ISSN 2221-1659

علمی و تحقیقی مجلّه

سه ماهی

# نور معرفت

بسم الله الرحمن الرحيم

# اہم گذارشات

☆مقالہ نگار حضرات سے درخواست ہے کہ اپنے تحقیقی مقالات مدیرِ نور معرفت کے نام ارسال کریں۔

☆بہتر ہے کہ مضمون کمپوز شدہ ہوں اور ان کی ضخامت بیس/پچیس صفحات سے زائد نہ ہو۔

ممکن ہو تو مضمون کی سافٹ کاپی بھی ارسال کریں یا مدیر کے ای۔ میل پر ارسال کی جائے۔

☆ممکن ہے کہ ادارہ ہر شمارے کے لیے محققین کو اپنی طرف سے جدید تحقیق طلب موضوعات کے نام ارسال کرے کہ ان پر تحقیق کی جائے۔

☆ حواشی اور حوالہ جات کے لیے اصلی مآخذ کو اختیار کیا جائے اور تفصیل سے لکھے جائیں اس طرح کتاب

مصنف، طبع------------------------------------ سن طباعت--------------

ج------------ص --------------- کے ساتھ مضمون کے آخر میں نمبر لگا کر دیے جائیں۔

☆رسالہ نور معرفت میں

علوم قرآن و حدیث، فقہ و اصول فقہ، کلام و فلسفہ اور اسلامی تاریخ، تقابل ادیان، تعلیم و تدریس، ادبیات، معاشیات، عمرانیات، سیاسیات، اقبالیات، ثقافت و تمدن، قانون و اصول قانون وغیرہ پر اسلامی نقطہ نظر سے مقالات شایع کئے جاتے ہیں۔

☆نور معرفت میں شائع شدہ مقالات کسی اور جگہ طبع کرانے کی صورت میں "نور معرفت" کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

☆علمی کتابوں پر تبصرے کے لیے مدیر نور معرفت کو کتابوں کی دو کاپیاں ارسال کی جائیں۔

# فہرست


| نمبر شمار | موضوع | مؤلف | صفحہ |
|---|---|---|---|
| ۱ | خون مسلم کا تحفظ اور علماء مدارس کی ذمہ داریاں | مدیر | ۷ |
| | **مقالہ جات** | | |
| ۲ | دلائل معرفت خدا، مقدماتی مسائل | ثاقب اکبر | ۱۱ |
| ۳ | ولادتِ رسول خدا ﷺ اور شاہان وقت کا انتظار | سید مزمل حسین نقوی | ۲۴ |
| ۴ | امام جعفر صادق علیہ السلام کی تفسیری روایات (۲) | سید حسنین عباس گردیزی | ۳۱ |
| ۵ | "شق صدر" سے متعلق روایات کا تنقیدی جائزہ | سید رمیز الحسن موسوی | ۴۹ |
| ۶ | اصلاح معاشرہ سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں | روشن علی | ۶۱ |
| ۷ | نبوت، ختم نبوت اور دین کی تکمیل | ڈاکٹر شیخ محمد حسنین | ۷۴ |
| ۸ | تحریک ختم نبوت میں شیعہ علماوز عماکا تاریخ ساز کردار | آفتاب حسین جوادی | ۹۶ |
| ۹ | قادیانی اور ختم نبوت | ڈاکٹر شیخ محمد حسنین | ۱۰۶ |

# اہلِ قلم سے اپیل

سہ ماہی ''نور معرفت'' علمی و تحقیقی جریدہ ہے جسے دینی مدارس اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ وطلاب کے درمیان علمی و تحقیقی شوق و جستجو پیدا کرنے کی غرض سے شائع کیا جارہا ہے۔ یہ جریدہ تمام مدارس اور اساتذہ وطلاب سے متعلق ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں آپ کا علمی تعاون اور قیمتی آراء ہمیں اس جریدہ کو بہتر سے بہتر بنانے میں مددگار ثابت ہوں گی۔ آپ سے گزارش ہے کہ اپنی دینی و علمی تحقیقات اور نگارشات اس جریدہ کیلئے ارسال کریں۔

تحقیقی اور علمی تحریروں کا دل کھول کر استقبال کیا جائے گا۔ تمام تحریریں ،فرقہ وارانہ مواد سے پاک اور علمی حوالوں سے مزین ہونی چاہیں۔

**مدیر**

سہ ماہی نور معرفت، نور الہدیٰ مرکز تحقیقات (نمت)

نور الہدیٰ ٹرسٹ (رجسٹرڈ) سادات کالونی، بارہ کہو، اسلام آباد

فون 2231937-051

ای میل noor.marfat@gmail.com

ویب www.nooremarfat.com

## حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ہم اعراف (بلندیوں) پر ہوں گے اور اپنے انصار کو ان کی شکلوں سے پہچان لیں گے اور ہم ہی وہ اعراف ہیں کہ ہماری معرفت کے راستے کے بغیر اللہ عزوجل کی معرفت حاصل نہیں کی جاسکتی۔ اور ہم ہی وہ اعراف ہیں جن کا تعارف قیامت کے دن اللہ تعالیٰ صراط پر کروائے گا۔

پس جنت میں صرف وہی داخل ہوگا جو ہمیں پہچانتا ہوگا اور ہم اُسے پہچانتے ہوں گے۔ اور دوزخ میں وہی جائے گا جو ہمارا منکر ہوگا اور ہم اس کے منکر ہوں گے۔

اگر اللہ تبارک و تعالی چاہتا تو بلا واسطہ بندوں کو اپنی پہچان کروادیتا، لیکن اُس نے ہمیں اپنے دروازے، سیدھا راستہ، ذریعہ اور وہ چہرہ قرار دیا ہے کہ جس کے وسیلے سے اُس کی (معرفت) عطا کی جاتی ہے۔

پس جو بھی ہماری ولایت سے روگردانی کرے گا یا ہمارے غیروں کو ہم پر برتری اور ترجیح دے گا، بیشک یہی لوگ صراط سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ پس (ہمارے دروازے پر آنا) جو لوگوں کی پناہ گاہ ہیں، ان گدلے سرچشموں پر جانے کے برابر نہیں ہو سکتا جو ایک دوسرے سے نکلتے ہیں۔ اور جو لوگ ہماری طرف آئے، گویا وہ صاف وشفاف چشموں کی طرف آئے جو اپنے رب کے حکم سے جاری ہیں؛ نہ ختم ہونے والے ہیں اور نہ ہی بند ہونے والے ہیں۔

(اصول الکافی، کتاب الحجۃ، باب معرفۃ الامام والرد الیہ، ص ۱۸۴، ح ۹۔)

# خون مسلم کا تحفظ اور علماء ومدارس کی ذمہ داریاں

قرآنی واسلامی احکامات کی پابندی اور اطاعت جس طرح عام مسلمان پر فرض ہے، اُس سے کہیں بڑھ کر علمائے دین پر فرض ہے۔ لہٰذا علمائے دین اور دینی مراکز ومدارس کی ذمہ داری ہے کہ وہ قرآنی احکامات کی خود بھی پابندی کریں اور اِنہیں معاشرے میں بھی رائج کرنے کی سعی کریں۔ دینی احکامات کے سلسلے میں بارگاہ الٰہی میں جوابدہ ہونے کے لحاظ سے جتنی ذمہ داری اور مسئولیت علمائے دین کی بنتی ہے اتنی دوسرے طبقات کی نہیں بنتی۔ چونکہ علمائے دین اسلامی معاشرے کے نگہبان اور شریعت اسلام کے محافظ سمجھے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں اُن کی سنگین ذمہ داریوں سے کسی کو بھی انکار نہیں۔

علمائے دین کی منجملہ ذمہ داریوں میں سے ایک سنگین ذمہ داری ''مسلمانوں کے جان ومال اور عزت وناموس کی حفاظت'' ہے۔ چونکہ علمائے دین روئے زمین پر انبیائے کرامؑ کے وارث اور جانشین سمجھے جاتے ہیں اور اس وراثت وجانشینی کی ایک اہم ذمہ داری مظلوموں کے جان ومال اور عزت وناموس کا تحفظ ہے۔ چونکہ قرآن مجید نے بہت ہی صریح لہجے میں اس سلسلے میں تمام مسلمانوں کو اس عظیم ذمہ داری کی طرف متوجہ کیا ہے، لہٰذا ارشاد ہوتا ہے:

''وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا'' (سورہ نساء، ۷۵)

ترجمہ ''کیوں تم خدا کی راہ میں ان مردوں، عورتوں اور بچوں کے لئے (جو ظالموں کے ہاتھوں) کمزور کر دیئے گئے ہیں، جنگ نہیں کرتے وہ (ستم زدہ افراد) جو کہتے ہیں کہ خدایا!

ہمیں اس شہر سے نکال لے جہاں کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنی طرف سے ایک سرپرست بھیج اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی یاور ومددگار بھیج "

اس حکم الٰہی کے مخاطب تمام مسلمان ہیں، لیکن مسلمان معاشروں کے سرپرست اور رہنما ہونے کے ناطے اس خطاب کی زیادہ تاکید علمائے دین کے لئے ہوتی ہے۔ چونکہ وہی ہیں جن کی طرف پوری اُمت کے مظلوم اور ستم دیدہ لوگوں کی نظریں لگی ہوتی ہیں اور جن سے ہر قسم کے عدل وانصاف کی توقع کی جاتی ہے، یہ علمائے دین ہی ہیں جو مسلمانوں کے اُمور کے راز دار اور دُکھ درد کے شریک ہوتے ہیں اور ہر مسلمان اُنہیں اپنا ملجاوماویٰ سمجھتا ہے اور اُن سے وہی اُمید رکھتا ہے جو ایک کمزور انسان اپنے سرپرست وولی سے رکھ سکتا ہے۔

اس وقت پورے عالم اسلام میں ظلم وستم کے طوفان برپا ہیں، جن میں اگر کوئی نجات دہندہ بن سکتا ہے تو وہ علمائے دین ہی ہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے مظلوم عوام کی سرپرستی اور حمایت تو درحقیقت مسلمان حکمرانوں کی ذمہ داری ہے، لیکن دنیائے اسلام کے اکثر ممالک کا حکمران طبقہ اغیار کا کاسہ لیس ہے اور عالمی استکباری قوتوں سے وابستگی کی وجہ سے مظلموں کی حمایت کے بجائے ظلم وستم میں بڑی طاقتوں کا معاون بنا ہوا ہے۔

ہماری اس بات کا ثبوت پچھلی تین چار دہائیوں سے دنیائے اسلام میں چلنے والی اسلامی تحریکوں کی تاریخ ہے۔ جس کے مطابق ایران ہو یا عراق، لبنان ہو یا مصر جہاں بھی دیکھیں مجاہد اور فرض شناس علمائے دین نے عالمی استکباری قوتوں سے نجات کے سلسلے میں اپنی جانوں کے بدلے مسلمانوں کی حمایت کی ہے اور ظالم وڈکٹیٹر حکمرانوں کے مقابلے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہوئے ہیں۔

اس وقت دنیائے اسلام میں چلنے والی بیداری کی اسلامی تحریک نے مصر، لیبیا، یمن، بحرین، اُردن حتیٰ سعودی عرب میں بھی عوامی بیداری میں جو کردار ادا کیا ہے، اُس کے پیچھے بیدار اور اسلام شناس علمائے دین کی جدوجہد نظر آتی ہے۔ گویا دنیائے اسلام میں تمام فرقوں کے علمائے دین اسلامی

وحدت و ہمبستگی کی اہمیت کو سمجھ چکے ہیں اور دشمنان اسلام وقرآن کے مقابلے میں اور مظلوں کی حمایت ونصرت میں وحدت و ہمبستگی کے ہتھیار کو سب اسلحوں سے زیادہ اہم سمجھتے ہیں۔

لیکن افسوس کہ پاکستان کے علمائے دین میں اس قسم کی سوچ کے فقدان کی وجہ سے ابھی تک مظلموں کی حمایت ونصرت کا وہ جذبہ بیدار نہیں ہوا جس کا تقاضا مذکورہ بالا آیہ مجیدہ میں قرآن ہم سے کر رہا ہے۔ ہماری نظر میں اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے دردمند اور دین شناس علمائے دین کا ایک بڑا طبقہ ابھی تک مدارس دینیہ اور محراب مسجد میں ہی مشغول خدمت ہے اور اِسی کو اپنی ذمہ داری سمجھتا ہے اور مسلمانوں کی حمایت ونصرت کا میدان اُس نے چند پیشہ ور سیاسی علمائے دین کے لئے خالی چھوڑ رکھا ہے۔

چونکہ وہ سیاست میں دین کے کردار کو ایک جزئی حیثیت دیتے ہیں اور اُنھوں نے دین میں علماء کے سیاسی کردار کو بالکل اسی طرح چند سیاسی سوجھ بوجھ رکھنے والے علماء کے سپرد کر رکھا ہے جس طرح دنیادار گھرانوں میں پورا گھر کاروبار زندگی میں مشغول ہوتا ہے اور گھر میں سب سے بیکار قسم کے بھائی بھتیجے کو محلّہ داری کے لئے مختص کر دیا جاتا ہے اور وہ شخص لوگوں کی غمی شادی میں اس گھرانے کی نمائندگی کرتا ہے۔

لیکن قرآن مجید مظلوموں کی حمایت اور نصرت کو صرف چند لوگوں کے لئے ضروری قرار نہیں دیتا بلکہ پورے اسلامی معاشرے کو اس کا ذمہ دار سمجھتا ہے بالخصوص علمائے دین کو کہ جن کے وجود کا بنیادی فلسفہ ہی ظلم وستم کے خلاف قیام اور مظلوموں کی حمایت ہے۔آج گزشتہ تیس چالیس برس سے پاکستان کی سرزمین مظلوموں کے خون سے رنگین ہو رہی ہے یہ مظلوم، سب سے پہلے تو انسان ہیں، پھر مسلمان ہیں، پھر شیعہ، سنی، بریلوی، دیوبندی اور نہ جانے کون کون سے فرقوں کے پیروکار ہیں، لیکن ہیں سب انسان۔ اسلام وقرآن کے پیغام اور سیرت رسول اللہؐ کے تقاضوں کے مطابق ہر انسان کا خون محترم ہے۔

لہٰذا ہمارے لئے اس ملک کے عیسائیوں اور دوسری اقلیتوں سے لے کر مسلمانوں کے تمام فرقوں تک سب انسانوں کا خون محترم ہونا چاہیے ۔عالمی دہشت گردی سے وابستہ عناصر کے نزدیک انسانیت نشانے پر ہے نہ کوئی خاص انسان ۔اگر مسلمانوں کو نشانہ بنایا جارہا ہے تو اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ مسلمان ایک ایسے دین کے پیروکار ہیں جو ''دین انسانیت '' ہے۔

لہٰذا اس حوالے سے علمائے دین کی دردمندی اور دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے انسان ہونے کے ناطے اس ظلم وستم کے خلاف قیام کریں نہ مسلمان ہونے یا شیعہ وسنی ہونے کے ناطے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ابھی تک پاکستان کے علمائے دین میں یہ جذبہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ ہمارا احتجاج ہوتا بھی ہے تو شیعہ ،بریلوی ، سنی ،دیوبندی مسلمان کے لئے ،انسان بما ھو انسان اور مسلمان بماھو مسلمان کے لئے نہیں۔

جب تک یہ تفریق ختم نہیں ہو گی ہم قرآن کی مذکورہ بالا آیہ مجیدہ میں موجود حکم الٰہی کے سچے پیروکار نہیں بن سکتے۔ کراچی سے لیکر کوہستان اور پاراچنار سے لیکر وزیرستان میں ہونے والے خون خرابے کی روک تھام اُسی وقت ممکن ہے جب پاکستان کے گوشے گوشے میں موجود مدارس ومحراب میں بیٹھے علمائے دین اس آیہ مجیدہ پر عمل پیرا نہیں ہو جاتے اور سرزمین پاکستان پر گرنے والے ہر انسان کے خون پر اُن کی نیندیں حرام نہیں ہو جاتیں۔

# دلائل معرفت خدا، مقدماتی مسائل

ثاقب اکبر☆

## عقیدۂ توحید نقلی نہیں عقلی ہے

اصولی طور پر ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ مسئلہ توحید نقلی نہیں عقلی ہے۔لہٰذا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کی توحید کو اس لیے مانتے ہیں کہ فلاں کتاب میں یہ مسئلہ یوں آیا ہے یا فلاں بزرگ نے بتایا ہے یا نبی پاکؐ نے بتایا ہے۔

## دین کے دو حصے

دین کے دو حصے ہیں ایک کو ہم اصول دین کہتے ہیں اور دوسرے کو فروع دین۔اصول دین: ''اصول'' اصل کی جمع ہے اور ''اصل'' جڑ کو کہتے ہیں۔فروع دین:''فروع'' فرع کی جمع ہے اور ''فرع'' شاخ کو کہتے ہیں۔ گویا اصول دین، یعنی دین کی جڑیں اور فروع دین یعنی دین کی شاخیں۔ جڑوں کا تعلق دین کے عقائد سے ہے۔ بنیادی طور پر تین ہی عقائد ہیں توحید، نبوت اور معاد (قیامت)۔ بعض علماء نے عدل اور امامت کو بھی اصول دین کے طور پر بیان کیا ہے البتہ عدل کو ہم توحید کی بحث اور عقیدے کا ہی ایک جزء سمجھتے ہیں اور امامت کی بحث کو رسالت اور نبوت ہی کا ایک حصہ قرار دیتے ہیں۔

اصول کا مسئلہ تقلیدی نہیں ہے۔ اسے عقل و دانش اور بصیرت سے سمجھنا چاہیے۔ اگر کہا جائے کہ فلاں بات قرآن میں آئی ہے تو جو قرآن کو اللہ کی کتاب مانتا ہے اُس کے لیے وہ بات قابل قبول ہو گی۔ ہاں اگر قرآن نے دلیل عقلی پیش کی ہے تو اُسے مانا جاسکتا ہے۔اسی طرح محمد مصطفیٰ ﷺ کے فرمان پر بھی وہی کان دھرے گا جو آپؐ کو رسول اللہ مانتا ہے۔ پہلے آپؐ کی رسالت پر ایمان ضروری ہے پھر آپؐ کے فرمان پر کان دھرنے کی نوبت آتی ہے۔

آپؐ تشریف لائے اور آپؐ نے نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا۔ ہر شخص آپؐ سے اس دعوے کا ثبوت مانگنے یا جاننے کا حق رکھتا ہے۔ آج کے مسلمان کو بھی حق ہے کہ وہ دلیل سے اللہ کی وحدانیت اور رسولؐ کی رسالت کو قبول کرے۔ حق ہی نہیں بلکہ ہم ایسا کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور بغیر دلیل کے توحید اور رسالت کو تسلیم کر لینا یا کسی بھی خاص نبی کی نبوت کو مان لینا انسانی عقل و خرد کی توہین کے مترادف ہے۔

عام طور پر دنیا میں دیکھا جائے تو مختلف مذاہب کے پیروکاروں کی اکثریت بغیر تحقیق کے اپنے اپنے ادیان و مذاہب سے وابستہ ہے۔ ہم مسلمان بھی عموماً دیگر ادیان یا مذاہب کے ماننے والوں کی طرح نبوت و رسالت یا توحید کو مانتے ہیں۔ حالانکہ یہ پہلے مرحلے میں عقلی مسائل ہیں۔ ہمیں تحقیق کرکے یہ جاننا چاہیے کہ کیا آنحضرتؐ اپنے اس دعوے پر برحق تھے یا کیا واقعی یہ قرآن آپؐ پر آسمان سے نازل ہوا ہے؟ قرآن کو ماننا، توحید کو ماننا اور رسالت کو ماننا عقلی دلائل کے ساتھ ثابت ہونا چاہیے۔ جب ہم نے ان کو عقلی طور پر درست مان لیا تو پھر ان کی پیروی کا مرحلہ آتا ہے۔

اگر وہ چیزیں جن کی پیروی کرنے کا قرآن اور پیغمبرؐ ہمیں حکم دیتے ہیں ہماری سمجھ میں نہیں بھی آتیں تو چونکہ ہم نے اصولی طور پر جب ان کی حقانیت کو مان لیا ہے اس لیے ہم انھیں بھی تسلیم کریں گے اور یہ صورت مکمل طور پر عقلی ہے۔ کسی کے کہنے پر دین اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ اس لیے یہ کہنا کہ ماں باپ اس دین پر تھے یا ہم ایسے ماحول میں پیدا ہوئے ہیں جہاں کے لوگ فلاں دین پر ہیں، درست نہیں۔ یہ وہ دلیل ہے جو رسالت مآبؐ کے دور میں بھی لوگ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم نے اپنے آبائو اجداد کو اسی دین پر پایا ہے

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا۔ (1)

یعنی: ”اور جب ان سے کہا جاتا ہے آؤ اُس کی طرف جو اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف تو کہتے ہیں کہ ہمارے لیے وہی کچھ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے آبا کو پایا ہے۔“

اس لیے یہ جو ہماری دعوت ہے جو انبیاء کے ذریعے ہم تک پہنچی ہے علیٰ وجہ البصیرۃ ہے۔ اللہ نے اپنے نبی سے فرمایا:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ۔ (2)

کہیے یہ ہے میرا راستہ، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، (عقل و دانش اور) بصیرت کی بنیاد پر اور یہی کام میرے پیرکار بھی کرتے ہیں۔

یعنی یہ دعوت عقل و فہم اور بصیرت کی بنیاد پر ہے۔ انھوں نے خود بھی لوگوں کو بصیرت کے ساتھ دعوت دی اور ہم بھی نبی پاکؐ کے پیرکاروں کی حیثیت سے یہ دعوت بصیرت کے ساتھ لوگوں کو دے رہے ہیں۔ یہ آپ کے فہم وفراست اور عقل کو دعوت ہے۔

## معرفت الٰہی کے دلائل

وجود الٰہی اور توحید الٰہی کے اثبات کے لیے عام طور پر تین طرح کے دلائل اور ذرائع سے استفادہ کیا جاتا ہے۔

(۱) فطرت کے ذریعے سے: کیا خود انسان کی فطرت اللہ کی معرفت کی طرف متوجہ کرتی ہے؟

(۲) مخلوق کے ذریعے سے: جیسے قرآن میں ہے کہ کائنات پر غور کرو، اونٹ پر غور کرو، ستاروں پر غور کرو، چاند اور سورج پر غور کرو۔

روایات میں بھی اشارہ ہے جیسے حضرت علیؑ نے نہج البلاغہ میں چیونٹی کی ساخت کے بارے میں متوجہ کیا ہے کہ یہ کس طرح سے ہے اور یہ کس طرح سے اپنا رزق اکٹھا کرتی ہیں۔ یہ راستہ مخلوق کے ذریعے سے خالق تک پہنچنے کا ہے۔ استاد مرتضیٰ مطہری کے نزدیک خود اس دلیل کی تین قسمیں ہیں:

(i) دلیل نظم　　(ii) دلیل ہدایت　　(iii) دلیل خلقت

(۳) فلسفی دلیل سے

ذیل میں ہم مخلوق کے ذریعے سے قائم کی گئی دلیلوں میں سے بعض کی وضاحت کرتے ہیں۔

**دلیل نظم:** اس کے مطابق اس کائنات کا نظام مرتب شدہ ہے۔ ہر شے اپنے مقام پر قائم ہے۔ قرآن حکیم میں فرمایا گیا ہے کہ اگر ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو اس کائنات کے نظام میں فساد برپا ہو جاتا۔ یعنی درہم برہم ہو جاتا۔ قرآن حکیم کی یہ دلیل عقلی ہے:

لَوْكَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ (3)

گویا اس کائنات کا نظم بھی خدا کے وجود پر ایک دلیل ہے۔ یہ زمین جس پر ہم رہتے ہیں اگر اس کا وزن زیادہ ہو جائے تو سائنسدان متفق ہیں کہ کوئی دوسرا سیارہ اس سے آ ٹکرائے گا کیونکہ حجم زیادہ ہونے کی

صورت میں اس کی کشش ثقل میں اضافہ ہو جائے گا اور اگر اس کا وزن کم ہو جائے تو زمین کسی دوسرے سیارے سے ٹکرا جائے گی۔ اس طرح اس کائنات کا یہ توازن اس کے نظم کی دلیل ہے۔

**دلیل ہدایت:** اس دلیل کے مطابق جو چیز بھی اللہ نے پیدا کی ہے اسے زندگی گزارنے کے لیے ہدایت بھی اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ جیسے شہد کی مکھی کے لیے اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ اللہ نے اسے وحی کی ہے کہ پہاڑوں کے اوپر جا کر اپنے چھتے بنائے:

وَ اَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعْرِشُوْنَ○ ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ (4)

یعنی: ''اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی کہ پہاڑوں، درختوں اور جو بیلیں لوگ لگاتے ہیں پر اپنے چھتے بنا پھر تمام پھلوں سے کھا پھر اپنے رب کے آسان راستوں پر چلتی رہ تو اُس کے پیٹ سے مختلف رنگوں کا ایسا شربت نکلتا ہے جس میں انسانوں کے لیے شفا ہے یقیناً اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے نشانی ہے۔''

آیت کا آخری حصہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کا ذکر اپنی معرفت کی دلیل کے طور پر ہی کیا ہے، یہ بتاتے ہوئے کہ کس طرح سے اللہ تعالیٰ نے اس کی جبلت میں اس کے لیے درکار ہدایت رکھ دی ہے۔ اس ہدایت کو جبلت میں رکھنے کو وحی کرنا قرار دیا گیا ہے۔ اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ خلق ہونا ایک الگ دلیل ہے اور ہدایت ملنا ایک الگ دلیل ہے۔

## عقیدۂ توحید کی اہمیت

خداوند کریم نے قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر ہماری توجہ اس امر کی طرف مبذول کروائی ہے کہ جتنے بھی انبیاء کرام آئے انھوں نے لوگوں کو اسی ایک نقطے کی طرف متوجہ کیا کہ لائق عبادت ذات صرف اللہ کی ہے جس کی صفت وحدہ لاشریک لہ ہے۔ انبیاء کا پیغام ہے:

قولولا الہ الا اللہ تفلحوا (5)

یعنی : ''اس امر کا اقرار کرو کہ اللہ کے علاوہ کوئی الہ نہیں تو فلاح پا جاؤ گے۔'' اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں اپنے پیغمبرؐ کو حکم دیتا ہے:

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَO قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَO لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ(6)

ترجمہ: ''(اے نبی!) کہیے کہ میرے رب نے مجھے سیدھے راستے کی ہدایت کی ہے جو ایک درست دین ہے اور جو خالص و مخلص ابراہیم کا مسلک ہے اور جو شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے۔ کہیے کہ یقیناً میری نماز، میری عبادت، میری زندگی اور میری موت اس اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔''

یعنی اللہ کے نبیوں کو یہی حکم تھا کہ وہ اُس کے حضور اقرار کریں کہ وہ مخلص ہو کر صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور اپنی زندگی کے ہر کام کو اللہ کے لیے بجالائیں گے اور ان کا مرنا جینا صرف اور صرف اللہ کے لیے ہوگا جس کا کوئی شریک نہیں۔

## شرک کو معاف نہیں کیا جائے گا

ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس دعوت توحید کی کتنی اہمیت ہے۔ قرآن مجید یہاں تک کہتا ہے کہ ہر گناہ معاف کیا جاسکتا مگر شرک معاف نہیں کیا جاسکتا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤی اِثْمًا عَظِیْمًا۔(7)

یعنی: ''اگر اُس کا کسی کو شریک گردانا جائے گا تو یقیناً اللہ معاف نہیں کرے گا اور اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہوگا جسے چاہے گا معاف کردے گا اور جس نے اللہ کا شریک قرار دیا تو یقیناً اس نے جھوٹ باندھا (ایسا جھوٹ) جو بہت بڑا گناہ ہے۔''

اللہ تعالیٰ نہیں معاف کرے گا اگر اس کی ذات میں یا اس کی صفات میں کسی کو شریک کیا گیا۔ گویا اللہ کو کسی صورت میں شریک برداشت نہیں ہے۔ یعنی اللہ اپنی توحید پر اور اپنے ساتھ شرک نہ کیے جانے کے

مسئلے پر بہت سخت ہے۔ یقیناً جس نے شرک کیا وہ کھلی گمراہی میں جا گرا۔ سورہ توحید کے بارے میں ہے کہ اگر اسے تین بار پڑھیں تو پورے ختم قرآن کا ثواب ہے۔ اس سورہ میں توحید ہی توحید ہے یعنی پورے کا پورا قرآن اس سورہ مبارکہ کے اندر ہے۔

چنانچہ اصل نکتہ اور روح دین توحید شناسی اور توحید پرستی ہے۔ یہ جو ہم کہتے ہیں کہ فلاں شخص دین کو مانتا ہے، فلاں نہیں مانتا، اس کا بنیادی مقصد اور معنیٰ ہے کہ فلاں شخص خدا کو مانتا ہے اور فلاں نہیں مانتا۔ گویا دین ہے ہی توحید کا نام۔ جو یہ نظریہ رکھتا ہے کہ اس کائنات کے پیچھے کوئی ذات ہے جو اسے بنانے والی ہے، اس نظام کائنات کو چلانے والی ہے، ہم اسے کہتے ہیں کہ وہ دین کو مانتا ہے۔ مذہب کو ماننے یا نہ ماننے کا انحصار توحید کو ماننے یا نہ ماننے پر ہے۔ یاد رکھیے اگر مذاہب یا ادیان میں کہیں اختلافات پیدا ہوئے ہیں تو سمجھ لیجیے کہ خداشناسی میں کہیں بھول ہو گئی ہے۔ جو بھی اختلافات ہیں وہ دراصل معرفت خدا کے خالص نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔

یہ جو قرآن حکیم میں حضرت ابراہیم کو حنیف کہا گیا ہے اس کا مطلب ہے وہ خالص اور مخلص موحد ہیں۔ انبیاء اللہ کے خالص اور مخلص بندے تھے۔ انبیاء اللہ کی خالص توحید کا اقرار کرنے والے تھے۔ ہر نبی ہمیں کہتا ہوا نظر آتا ہے کہ تم مجھے مانو یا نہ مانو میں تو اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ تمھیں ایک خدا کی طرف بلائوں۔ اُن میں سے ہر کوئی یہ کہتا ہوا دکھائی دیتا ہے کہ انا اول المسلمین یعنی سب سے پہلے میرا سر اس کی بارگاہ میں جھکا ہوا ہے۔ مسلم کا معنیٰ ہے سر تسلیم خم کر دینے والا۔ جو اللہ کا حکم ہو اسے مان لینے والا، اسے دل و جان سے تسلیم کرنے والا۔

## سورہ حمد میں پیغام توحید

سورہ حمد قرآن حکیم کا سرنامہ ہے اسے سورہ فاتحہ بھی کہا جاتا ہے۔ ''فاتحہ'' فاتح کی مونث ہے۔ فاتح کا معنی ہے کھولنے والا۔ ہم حضرت علیؑ کو فاتح خیبر کہتے ہیں اس لیے کہ انھوں نے خیبر کا دروازہ کھول دیا۔ یہ سورہ مجیدہ چونکہ قرآن کا سرنامہ ہے یہ قرآنی حقائق کو کھول رہی ہے اور اس سے معارف قرآنی کے بیان کا آغاز ہو رہا ہے۔ اسے سورہ فاتحہ کہا جاتا ہے چونکہ '' سورہ'' کا لفظ مونث ہے، اس لیے اسے فاتحہ کہا گیا ہے۔

رسول پاکؐ کی زندگی میں ہی اسے سورہ فاتحہ کہا جاتا تھا۔ یہ آپ کی نماز کے لیے بھی فاتحہ ہے یعنی نماز کا افتتاح بھی اس سورہ سے ہوتا ہے اور اس سورہ کو نماز میں پڑھنے کی بڑی تاکید کی گئی ہے اور فرمایا گیا ہے

کہ اسے پہلی اور دوسری رکعت میں ضرور پڑھا جائے اور اس کے پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی کیونکہ اس میں توحید، اللہ کی وحدانیت، اس کی ربوبیت اور قیامت کے دن کا ذکر ہے۔

اس میں دین کی ماہیت کو کھل کر بیان کیا گیا ہے۔اس سورہ کی روح اللہ کی عظمت و جلالت اور اس کی وحدانیت کا بیان ہے اور اس میں اسی صراط مستقیم کی نشان دہی کی گئی ہے اور اس پر چلنے کی تلقین کی گئی ہے اور اسی راستے کو ان کو لوگوں کا راستہ قرار دیا گیا ہے کہ جن پر اللہ نے اپنا انعام کیا ہے اور جن لوگوں نے توحید پرستی کے اس راستے کے خلاف راہ اپنائی اور وہ راہ ہدایت کے راہیوں کے راستے میں سد راہ بنے انھیں مغضوب علیھم قرار دیا گیا ہے اور ایک بندہ مومن سورہ فاتحہ کی تلاوت کرتے ہوئے ایسے لوگوں کے راستے سے بچنے اور دور رہنے کے لیے اپنے اللہ کے حضور دعا کرتا ہے۔ مغضوب علیھم کے مصادیق کے پیروکاروں کو ضالین قرار دیا گیا۔ گویا ان لوگوں کے راستے کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور اس راستے سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سورہ کے اندر روحانیت کے ایک مکمل منشور کا ذکر کیا گیا ہے اور غضب یقیناً انہی پر ہوتا ہے جو شرک کا راستہ اختیار کرتے ہیں کیونکہ اس سے بڑا ظلم اور کوئی نہیں ہے۔ بہت سارے گناہ ہیں جن سے اللہ غضبناک ہوتا ہے لیکن اگر گناہ شرک پر مبنی نہ ہو تو انسان کی بخشش ہو سکتی ہے مگر جب اللہ شرک کی وجہ سے کسی پر غضب ناک ہوتا ہے تو پھر اس میں در گزر کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی اور بخشش کے تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ غضب الٰہی کا سب سے بڑا موجب شرک ہے۔ مغضوب علیھم کا واضح ترین مصداق وہ لوگ ہیں جو خود بھی شرک کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں اور دوسروں کو بھی شرک کی دعوت دیتے ہیں اور جو ان کی اس دعوت کو قبول کر لیتے ہیں وہ الضالین کے زمرے میں آجاتے ہیں کہ یہ گمراہ لوگ ہیں۔

## سورہ کافرون کے نزول کا پس منظر

اسی ذیل میں سورہ کافرون کا پس منظر بھی پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے اور وہ کچھ اس طرح ہے کہ کچھ کافر لوگ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اے محمدؐ! ہم آپ کی اللہ پر ایمان لانے کی دعوت کو قبول کرتے ہیں مگر وہ جو ایک بت ہے ہمیں اسے پوجنے کی اجازت دیں۔ انھوں نے کہا کہ ایک روز

اس اللہ کی عبادت کر لیتے ہیں جس کی آپ دعوت دیتے ہیں اور ایک روز سب فلاں بت کی عبادت کر لیتے ہیں اس پر سورہ کافرون نازل ہوئی اور واضح طور پر اعلان کیا گیا کہ یہ ممکن نہیں۔

تم بے شک اپنے دین پر رہو اور جس کی تم عبادت کرتے ہو کرتے رہو اور جس کی ہم عبادت کرتے ہیں ہم کرتے رہیں لیکن یہ ممکن نہیں ہے اس ایک اللہ کے علاوہ اللہ کے رسول اور مسلمان کسی اور کی عبادت کریں۔ انبیاء کے دین میں اللہ کے علاوہ کسی اور کو الہ ماننے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ (8)

## حضرت علیؑ کی توحید پرستی اور محبت رسولؐ

تاریخ اس امر کی شہادت دیتی ہے کہ رسول پاکؐ نے خود اپنے ہاتھوں سے خانہ کعبہ کے بت توڑے اور بت پرستی کے خلاف عملاً آواز اٹھائی۔ خانہ کعبہ میں ایک بت جو بلندی پر تھا جہاں تک نہ آپؐ کا ہاتھ جاتا تھا اور نہ عصا اس کے لیے آپؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ میرے کندھوں پر سوار ہو کر اس بت کو توڑ دو۔ حضرت علیؑ نے مہر نبوت پر سوار ہو کر خانہ کعبہ میں موجود اس بت کو توڑ دیا۔ حضرت علیؑ کا مقام اور آپ کی رسول اللہؐ سے محبت دیکھیے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آپ نے اس صلح نامہ کے آغاز میں ''محمد رسول اللہ'' لکھا تو کفار نے کہا کہ ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے ہی نہیں ہیں لہٰذا صلح نامہ کے آغاز میں ''محمد رسول اللہ کی جانب سے'' لکھنا ہمیں قبول نہیں۔ اس پر آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ ''یہ محمد رسول اللہ'' کاٹ کر'' محمد بن عبداللہ'' لکھ دو۔ حضرت علیؑ یہ کلمہ کاٹنے کا حوصلہ نہ کر سکے لہٰذا رسول اللہ نے خود اسے کاٹ دیا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ کو رسول اللہؐ سے کتنی محبت تھی۔ آپؑ ہی شب ہجرت تلواروں کے سائے میں رسول اللہؐ کے بستر پر سو گئے، اس نیت سے کہ اللہ کے رسولؐ کی جان بچ جائے۔ یہ جو کعبہ سے بتوں کو توڑا گیا اور رسول اللہ نے اپنے کندھوں پر علی کو سوار کر کے بت زمین بوس کروایا اس سے رسول اللہؐ نے امت کو یہ پیغام دیا کہ شرک کے خاتمے کے لیے رسول اللہ کے کندھے بھی حاضر ہیں۔ گویا سب کچھ منظور ہے مگر شرک اور بت پرستی کی کوئی صورت باقی نہ رہے۔

آیئے دیکھیے علیؑ کی توحید پرستی کہ جب جنگ خندق میں، جس کا ذکر قرآن نے جنگ احزاب کے نام سے کیا ہے، حضرت علیؑ نے ایک کافر کو قتل کرنے کے لیے گرایا جس کا نام عمرو عبدود تھا، اس نے دیکھا کہ اب بچنے کی کوئی سبیل نہیں تو نفرت کا اظہار کرتے ہوئے اس نے حضرت علیؑ کے چہرے پر گستاخی کی یعنی

تھوک دیا۔ آپؑ اس کے سینے سے الگ ہو گئے۔ وہ حیران ہو گیا۔ اس نے پوچھا علی! تم نے مجھے قتل کرنے کے لیے گرایا تھا تو پھر تم نے مجھے چھوڑ کیوں دیا؟ آپ نے فرمایا کہ میں تجھے صرف اللہ کی رضا کے لیے قتل کر رہا تھا جب تو نے میرے منہ پر تھوکا تو میں نے نہیں چاہا کہ تمھیں قتل کرنے میں میرا غصہ بھی شامل ہو جائے کیونکہ میں تو یہ کام اللہ کی رضا کے لیے کر رہا ہوں۔

حضرت علیؑ جب نماز کے لیے اللہ کے حضور کھڑے ہوتے تھے تو خشیت خدا سے آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے اور آپ جو کھدر کا لباس پہنتے تھے اس سے آپ کے رونگٹے باہر نکل آتے تھے۔

افسوس تو اسی بات کا ہے کہ توحید کے ان علمبر داروں کو لوگوں نے نہ سمجھا اور بعض عاقبت نا اندیشوں نے ان کی پوجا پاٹ شروع کر دی اور انھیں اللہ کہنے لگے حالانکہ یہ لوگ اللہ کے حضور سجدہ گزار تھے اور سجدہ اللہ کی عبودیت کے اعتراف اور اس کی کبریائی کے سامنے پیشانی کو جھکانا ہے۔ یہ اس بات کی گواہی ہے کہ تو اتنا عظیم ہے کہ میں تیرے سامنے اپنی سب سے بلند چیز کو جھکائے ہوئے ہوں اور تیری کبریائی کے گیت گا رہا ہوں۔ کتنا مشکل ہوتا ہے کسی کے سامنے ہاتھ بھی پھیلانا پھر اس کے سامنے جھک جانا جبکہ سجدہ ریز ہو جانا تو عاجزی کی انتہا ہے اور پھر ماتھا بھی خاک پر رکھنا اس سے بڑھ کر عاجزی کا اظہار اور کیا ہو سکتا ہے۔ فقہا یہ کہتے ہیں کہ مٹی پر سجدہ کرنا مستحب ہے اور زیادہ باعث فضیلت ہے۔

اس کی ایک ہی وجہ ہے اور وہ ہے بندے کا اپنے آقا کے حضور اظہار عجز وانکساری۔ نماز ساری کی ساری اس خالق کے حضور عاجزی و انکساری اور اس کی برتری کو تسلیم کرنے کی ایک خوبصورت شکل ہے۔ یہ جو دو سجدوں کے درمیان استغفر اللہ ربی واتوب الیہ کہا جاتا ہے اس چیز کا اظہار ہے کہ اس پیشانی کو تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کی بارگاہ میں جھکا رہنا چاہیے تھا، میں نے یہ ماتھا اس کے قدموں سے کیوں اٹھا لیا۔ یہ کہہ کر انسان پھر سجدے میں چلا جاتا ہے گویا پہلی مرتبہ سر اٹھانے کی تلافی کرتا ہے۔ یہ علامتی باتیں ہیں جو روح نماز کا اظہار کرتی ہیں۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میری جتنی بھی کنیتیں ہیں مجھے ان میں سے "ابو تراب" زیادہ اچھی لگتی ہے۔ ایک دفعہ آپ زمین پر لیٹے ہوئے تھے اور آپ کے بدن پر مٹی ہی مٹی تھی رسالت مآب نے دیکھا تو فرمایا "یا اباتراب" یہیں سے یہ آپ کی ایک کنیت ہو گئی۔ اس کا لفظی معنی ہے " اے مٹی کے باپ"

حضرت علیؑ کو اس کنیت کا زیادہ محبوب ہونا اول تو پیغمبر اکرمؐ سے آپ کی والہانہ محبت کا اظہار ہے اور ثانیاً اس سے آپؑ کی عاجزی وانکساری کا اظہار ہوتا ہے۔

## امام زین العابدینؑ اور عبادت الٰہی

حضرت امام زین العابدینؑ کی دعائیں جو صحیفہ کاملہ میں موجود ہیں انھیں پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان ہستیوں کے نزدیک تصور توحید کیا ہے اور یہ اپنے رب کو کس طرح سے پکارتے ہیں۔ حضرت علیؑ کے خطبات جو نہج البلاغہ میں موجود ہیں انھیں پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا نظریۂ توحید کیا ہے اور کس طرح اللہ کی توحید کی حقیقت ان پر آشکار تھی۔ اللہ کی عبادت کے لیے ان کا بے قرار رہنا معرفت الٰہی میں ان کی گہرائی ہی کا غماز تھا۔

آئمہ اہل بیتؑ کس طرح اپنے خدا کے حضور مناجات کرتے ہیں۔ یہ ہستیاں کس طرح راتوں کو جاگتی ہیں اور خدا کو پکارتی ہیں۔ وہ اس کی حیثیت اور عظمت کو سامنے رکھتے ہوئے بے قراری کے عالم میں آنسو بہاتے ہیں۔ امام زین العابدینؑ رات کی تاریکی میں بیت اللہ کا غلاف پکڑ کر اللہ کی یاد میں کس طرح گڑگڑاتے ہیں اور مناجات کرتے ہیں۔ یہ پیغام ہمیں ان سے ملا ہے کہ اللہ کو کس طرح یاد کیا جانا چاہیے۔ امام زین العابدینؑ کو زین العابدین اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ بہت زیادہ عبادت خدا کیا کرتے تھے یہاں تک کہ وہ عبادت گزاروں کے لیے زینت بن گئے۔ ان کے ماتھے پر کثرت سجود کی وجہ سے گھٹے پڑ جاتے تھے جنھیں کٹوانا پڑ جاتا تھا۔ اللہ کے حضور سجدوں کی کثرت کی وجہ سے ہی آپ کو سید الساجدین بھی کہا جاتا ہے۔

## امام جعفر صادقؑ اور خشیت الٰہی

حضرت امام مالک بن انس جو اہل سنت چار معروف فقہا میں سے ایک ہیں، فرماتے ہیں کہ ایک حج میں، میں امام جعفر صادقؑ کے ساتھ تھا جب آپ احرام باندھنے لگے اور اللھم لبیک کہنے لگے تو میں نے دیکھا کہ آپ کا رنگ زرد ہو گیا اور آپ غش کھا کے گر پڑے۔ پھر جب ہوش آیا تو پھر اللھم لبیک کہنے لگے اور پھر یہی حالت ہو گئی۔ جب افاقہ ہوا اور ہم نے پوچھا یا بن رسول اللہ! یہ آپ کی کیا حالت ہے تو آپ نے فرمایا: میں اس بات سے ڈرتا ہو کہ میں کہوں اے اللہ میں حاضر ہوں اور وہ کہے کہ تو کہاں حاضر ہے۔

## ہماری حالت

آج مسلمانوں کی صورت حال کیا ہے اور ہم اپنے رب کی معرفت اور قرب کے لحاظ سے کہاں کھڑے ہیں، یہ بات ہمارے پیش نظر رہنی چاہیے۔آج ہم مسلمانوں کی بھی دیگر اقوام کی سی حالت ہو چکی ہے۔ ہم خود ساختہ باتوں پر یقین رکھ کر اللہ سے دور ہوتے جارہے ہیں۔ قرآن حکیم میں ہے۔

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ۔ (9)

یعنی: ''ہر گروہ اپنے ہی امتیازات اور اپنی ہی بنائی ہوئی باتوں میں مگن ہے۔''

## اہل کتاب کو دعوت اتحاد کی بنیاد

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہم قرآن حکیم کو سامنے رکھتے جو کہتا ہے:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (10)

یعنی: ''کہیے اے اہل کتاب آئو اُس ایک بات پر اکٹھے ہو جائیں جو ہمارے اور تمھارے درمیان مشترک ہے اور وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ کوئی اللہ کے سوا دوسرے کا رب بنے۔''

یہ اہل کتاب کون ہیں؟ یہ وہی ہیں جو حضرت محمد مصطفیٰؐ کی نبوت کو تسلیم نہیں کرتے۔ اہل کتاب وہ ہیں جو قرآن کو سچی آسمانی کتاب نہیں مانتے۔ اہل کتاب وہ ہیں جو خانہ کعبہ کو قبلہ نہیں مانتے۔ ان سے کہا گیا ہے آئو اس ایک بات پر جمع ہو جائیں جو ہمارے اور تمھارے درمیان مشترک ہے یعنی توحید نظری اور عملی حوالے سے۔ اس سے ثابت ہوا کہ توحید کا مسئلہ اتنا اہم ہے کہ جو لوگ آخری رسولؐ، قرآن، کعبہ اور مسلمانوں کے دیگر عقائد اور عبادات کے نظام کو نہیں مانتے انھیں بھی اس ایک عقیدے پر متفق ہونے اور مل جل کر رہنے کی دعوت دی جارہی ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ اللہ کو ایک ماننا اور اس کی وحدانیت میں کسی کو شریک نہ کرنا نیز عملی زندگی میں ایک دوسرے کا رب بننے کی کوشش نہ کرنا کتنا اہم اور ضروری ہے۔

## امام حسینؑ کا پیغام توحید پرستی

حضرت امام حسینؑ کا فرمان ہے:

ماذا وجد من فقدك وما الذی فقد من وجدك لقد خاب من رضی دونك بدلا (11)

یعنی: "اُس نے کچھ نہیں پایا جس نے تجھے کھو دیا اور اُس نے کچھ نہیں گنوایا جس نے تجھے پالیا اور جو تیرے بدلے کسی اور پر راضی ہو گیا حقیقت یہ ہے کہ وہ محروم رہا۔"

یہ پیغام حضرت امام حسینؑ نے میدان عرفات میں دیا تھا اور یہی پیغام تھا جو زیر خنجر کربلا میں آپ نے دیا۔ اسی لیے تو علامہ اقبال کہتے ہیں

بھرحق در خاك و خوں غلطیدہ است　　　　پس بنائے لا الہ گردیدہ است (12)

یعنی: "حق کی خاطر وہ خاک و خوں میں غلطاں ہو گئے اسی لیے تو انھیں بنائے لا الہ کہا جاتا ہے۔"

## شعائر اللہ

اس لیے ہر وہ چیز جو انسان کو اللہ کے قریب کر دے اس سے محبت کرنا اللہ کی طرف متوجہ ہونا ہے اور ہر وہ چیز جس کی محبت اللہ سے دور کر دے اس سے محبت کرنا اللہ سے دور ہونا ہے اور ہر وہ چیز جو سینوں میں اللہ کی یاد کو تازہ کر دے اسے باقی رہنا چاہیے اور ہر وہ چیز جو اللہ سے غافل کر دے اسے خود سے دور رکھنا چاہیے۔ اسی لیے قرآن نے شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم دیا ہے کیونکہ یہ شعائر اللہ کی تعظیم ہی لوگوں کو اللہ کے قریب کرتی ہے لیکن یہ بات مد نظر رہنی چاہیے کہ تعظیم تعظیم کی حد تک ہی رہے، یہ پرستش کا روپ نہ دھارے اور کہیں اصل ذات سے انسان غافل نہ ہو جائے۔

☆☆☆☆☆

# حوالہ جات

1۔۵مائدہ: ۱۰۴

2۔یوسف: ۱۰۸

3۔۲۱۔انبیاء: ۲۲

4۔۱۶۔ نحل: ۶۸و۶۹

5۔بحار۔ج ۱۸۔ص ۱۹۹

6۔۶۔انعام: ۱۶۱تا۱۶۳

7۔۴۔نساء: ۴۸

8۔طبرسی، فضل بن حسن: (مجمع البیان، بیروت، دارالمعرفہ، ۱۹۸۶)، ج، ۱۰، ص ۸۴۰

9۔۳۰۔روم: ۳۲

10۔۳۔آل عمران: ۶۴

11۔دعائے عرفہ

12۔اقبال، محمد: کلیات اقبال فارسی (نظم، در معنی حریت اسلامیہ وسر حادثۂ کربلا، (لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، فروری ۱۹۷۳) ص ۱۱۰

# ولادتِ رسول خداﷺ اور شاہانِ وقت کا انتظار

سید مزمل حسین نقوی*

رب کائنات نے اس عالم رنگ و بو کو خلق کیا تو اسے آباد کرنے کے لیے ایک حسین مخلوق تخلیق کی جسے انسان کہتے ہیں۔ اس انسان کی تعلیم وتربیت اور رشد وہدایت کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ یہ گراں قدر ہستیاں مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر تشریف لائیں۔ انھوں نے احسن طریقے سے رہبری کا فریضہ انجام دیا۔ نبوت کا یہ سلسلہ ابوالبشر حضرت آدمؑ سے شروع ہوا اور سید البشر حضرت محمد مصطفیؐ پر ختم ہو گیا۔

نبوت کے لحاظ سے خاتم الانبیاء ہیں لیکن تخلیق کے لحاظ سے اول الخلق ہیں۔ جابر ابن عبداللہ انصاری نے سرور کائنات سے عرض کیا حضور میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں خدا نے سب سے پہلے کس چیز کو خلق کیا ہے؟ فرمایا:

یا جابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہ۔ (1)

ترجمہ: ''اے جابر خدا نے تمام اشیاء سے پہلے تمھارے نبی کو اپنے نور سے پیدا کیا ہے۔''

رسول عربیؐ کا تذکرہ ہر آسمانی کتاب میں تھا۔ ہر مذہبی کتاب نے آپؐ کا ذکر کیا۔ ہر نبی نے اپنی امت کو آپؐ کے متعلق بتایا۔ اسی لیے بہت سے شاہان وقت اور دینی راہنما آپؐ کی آمد کے منتظر تھے۔ آپؐ کی قدم بوسی کے لیے بے تاب تھے۔ آپؐ کی زیارت کے لیے تڑپ رہے تھے۔ شہنشاہت کی بجائے آنحضرتؐ کے ادنی سپاہی ہونے کی تمنا کرتے تھے۔

*۔ ڈائریکٹر نورالہدیٰ فاصلاتی نظام تعلیم، بارہ کہو، اسلام آباد۔

## شاہ یمن اور انتظارِ رسولؐ

اسے معلوم تھا کہ آنحضرتؐ مدینہ تشریف لائیں گے۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں: کہ تبع یمن سے دو قبیلے اوس اور خزرج کو اپنے ساتھ لایا تھا۔ کچھ دن وہ یہاں رہا پھر جاتے ہوئے انھیں کہا کہ تم یہاں رہ جاؤ حتیٰ کہ وہ نبی یہاں آجائیں۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو ان کی خدمت کروں گا اور ان کے ساتھ مل کر جہاد کروں گا۔ اس کے بعد اس نے یہ شعر پڑھے۔

شهدت علی احمد انه          رسول من الله باری النسم

فلو مد عمری الی عمره          لکنت وزیراً اله وابن عم

وکنت عذابا علی المشرکین          واسقهم کأس حتف وغم

ترجمہ: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد خدائے رحمان کے رسول ہیں۔ اگر میری عمر نے ساتھ دیا اور میں نے ان کو پا لیا تو میں ان کا وزیر بن جاؤں گا اور مشرکین پر قہر بن کر ٹوٹوں گا۔ انھیں موت کا ایسا جام پلاؤں گا کہ ان کی نسلیں غمزدہ رہیں گی۔'' (2)

ابن کثیر کے کہتے ہیں کہ تبع رسول خداؐ کی بعثت سے سات سو سال پہلے فوت ہوا تھا۔ (3)

## شاہ حبشہ اور بشارتِ رسولؐ

ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ رسول خداؐ کی ولادت کا دوسرا سال تھا۔ سیف ابن ذی یزن کو کامیابی نصیب ہوئی اور سلطنت حبشہ پر اس کا قبضہ ہو گیا۔ حضرت عبدالمطلب کی قیادت میں عرب کا ایک وفد اسے مبارکباد دینے کے لیے روانہ ہوا۔ اس وفد میں امیہ ابن عبد شمس، عبداللہ ابن جدعان، اسد بن خویلد، وہب ابن عبد مناف کے علاوہ عرب کے مشہور شعرا اور سرکردہ افراد تھے۔ یہ وفد صنعاء پہنچا اور دربار میں اذنِ ورود طلب کیا۔ بادشاہ نے اجازت دی اور یہ وفد داخل دربار ہوا۔ عبدالمطلب آگے بڑھے اور گفتگو کی اجازت مانگی۔ بادشاہ نے کہا اگر بادشاہوں کے ساتھ گفتگو کا سلیقہ آتا ہے تو اجازت ہے۔

جناب عبدالمطلب نے کہا اے بادشاہ خدا نے تجھے بلند مقام اور عظیم مرتبہ عطا کیا ہے۔ تجھے ایسے خاندان سے قرار دیا ہے جو پاکیزہ اور عالی نسب ہے۔ جس کی جڑیں مضبوط اور شاخیں بلند تر ہیں۔ تیرا وطن با شرف، تیرا مقام باعظمت، تیری جگہ طیب اور تیرا مرکز قابل ستائش ہے۔ تو نفرین سے دور ہے۔ اے

عرب کے بادشاہ اور ان کی امید بہار۔ اے بادشاہ عرب کی خوشیاں تیرے ساتھ وابستہ ہیں۔ تجھ سے فرمان لیتے ہیں اور تو ان کی مضبوط پناہ گاہ ہے۔ تیرے اباء واجداد بہترین اباء واجداد تھے۔ تو ان کا بہترین جانشین ہے۔ جن کا تجھ جیسا باپ ہو وہ کبھی بے نام نہیں ہو سکتے اور جن کا تیرے جیسا جانشین ہو وہ کبھی گمنام نہیں ہو سکتے۔ اے بادشاہ ہم حرم الٰہی کے مکین ہیں۔ اس کے گھر کے نگہبان ہیں۔ جب تک تو ہے ہم مطمئن ہیں۔

ہمیں کوئی پریشانی نہیں ہے۔ ہم تبریک کے لیے آئے ہیں نہ کہ تسلیت کے لیے۔ بادشاہ نے پوچھا اے شاہ سخن تو کون ہے؟ کہا میرا نام عبدالمطلب ہے۔ ہاشم کا بیٹا ہوں۔ بادشاہ نے کہا پھر تو تم میرے بھانجے ہو۔ پھر سب کی طرف رخ کرکے کہا یہ تمھارا اپنا گھر ہے۔ جب تک چاہو رہ سکتے ہو۔ جب جاؤ گے تو تمھیں عظیم انعاموں سے نوازا جائے گا۔ ایک دن سیف نے جناب عبدالمطلب کو تنہائی میں بلایا اور کہا میرے پاس ایک راز ہے۔ اگر کوئی اور ہوتا تو نہ بتاتا۔ تجھے میں اس کا اہل پاتا ہوں۔ میں اس گوہر نایاب کا معدن آپ کو دیکھ رہا ہوں۔ ہمارے پاس ایک کتاب ہے۔ جو ہم بادشاہوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس میں علوم کے خزانے ہیں۔ اس کے ذریعہ ہم دوسروں پر دلیل لاتے ہیں۔ اس میں میں نے ایک عظیم خبر پڑھی ہے۔

اس میں زندگی کا شرف اور موت کی فضیلت ہے۔ یہ خوشخبری پوری انسانیت کے لیے ہے جبکہ سب سے خوشی کی بات آپ کے لیے ہے۔ اے بادشاہ آپ پر لاکھوں جانیں قربان بتائیں وہ راز کیا ہے۔ کہا تہامہ (4) میں بچہ پیدا ہو گا۔ اس کے کندھوں کے درمیان ایک علامت (مہر نبوت) ہو گی۔ اس کے لیے امامت اور رہبری ہو گی اور اس کی بادشاہت قیامت تک چلے گی۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا اے بادشاہ اگر آپ کا جاہ وجلال اور ہیبت مانع نہ ہوتی تو میں ضرور پوچھتا کہ وہ خبر عظیم کیا ہے۔

بادشاہ نے کہا یہ وہ وقت ہے یا وہ پیدا ہونے والا ہے یا پیدا ہو چکا ہے۔ اس کا نام محمدؐ ہے۔ اس کے والدین وفات پا جائیں گے اور اس کی کفالت اس کے دادا اور اس کا چچا کریں گے۔ وہ پوشیدہ پیدا ہوگا۔ خدا اسے آشکارا مبعوث کرے گا۔ ہمارے قبیلے میں سے اس کے انصار قرار دے گا۔ اس کے ذریعے سے اس کے دوست عزت پائیں گے اور دشمن رسوا ہوں گے۔ بہترین زمینیں فتح کرے گا۔ بتوں کو توڑے گا۔ آگ کو خاموش کر دے گا۔ رحمٰن کی عبادت کرے گا۔ شیطان کو ذلیل کرے گا۔ اس کا قول منفرد ہوگا۔ اس کا فیصلہ

عدل پر مبنی ہوگا۔ خود بھی نیک ہوگا دوسروں کو بھی نیکیوں کا حکم دے گا۔ خود بھی برائیوں سے دور ہوگا دوسروں کو بھی منع کرے گا۔

جناب عبدالمطلب نے کہا اے بادشاہ تیری عزت میں اضافہ ہو۔ تیری سلطنت کو دوام ہو۔ تیری عمر لمبی ہو۔ تھوڑی سی وضاحت کریں۔ بادشاہ نے کہا مجھے کعبہ کی قسم، انصاب حرم کی قسم تو اس کا دادا ہے۔ یہ سن کر حضر عبدالمطلب سجدے میں گر گئے۔ بادشاہ نے کہا تیرے سینے کو ٹھنڈک نصیب ہو۔ تیرا نام بلند ہو۔ کیا جو میں نے کہا ہے وہ صحیح ہے فرمایا ہاں۔ میرا ایک باعظمت بیٹا تھا۔ میں نے اس کی شادی ایک کریم خاندان میں کی تھی۔ اس کی زوجہ کا نام آمنہ ہے۔ اس سے ایک بچہ پیدا ہوا ہے جس کا نام میں نے محمدؐ رکھا ہے۔ اس کے ماں باپ دونوں فوت ہو چکے ہیں میں اور اس کا چچا اس کی کفالت کر رہے ہیں۔

بادشاہ نے کہا میں نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ ہے۔ اب یہ بھی سن لو کہ اپنے بیٹے کی یہودیوں سے حفاظت کرنا۔ وہ اس کے دشمن ہیں۔ البتہ خدا انھیں کبھی بھی اس پر غالب نہیں کرے گا۔ میں نے خلوت میں تمھیں اس لیے بتایا ہے چونکہ یہ تیرے ساتھی حسد کریں گے۔ میں مطمئن نہیں تھا کہ تو ان کے فریب سے محفوظ رہ سکے۔ اگر اس کے مبعوث ہونے سے پہلے مجھے موت نہ آئی تو میں اس کا ساتھی بن جاؤں گا اور اس کے ساتھ اس کے ملک یثرب میں جاؤں گا۔ میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ یثرب اس کا ملک ہوگا یہیں سے اسے انصار ملیں گے اور یہیں اس کا مدفن ہوگا۔ اگر مجھے مصائب و آفات کا خوف نہ ہوتا تو میں ابھی اس کی حمایت کا اعلان کر دیتا۔

پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ اس وفد کے ہر شخص کو دس غلام، دس کنیزیں، دو حلے، سو اونٹ، پانچ رطل سونا، دس رطل چاندی اور ایک مشک عنبر کی دی جائے گی اور عبدالمطلب کو اس کے دس گنا دیا جائے۔ پھر عبدالمطلب سے کہا اگلے سال اس بچے کو میرے پاس لے آنا۔ لیکن اسی سال سیف بن ذی یزن فوت ہو گیا۔ (5)

## رسول خداؐ اور بحیری راہب

ابن عباس اپنے والد سے اور وہ جناب ابو طالب سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کاروانِ تجارت شام کے لیے تیار ہوا۔ اس وقت رسول خداؐ کی عمر آٹھ سال تھی۔ میرے ساتھیوں نے مجھ سے کہا۔ گرمی کا موسم ہے۔ راستے میں انتہائی گرمی ہوگی۔ محمدؐ کی عمر چھوٹی ہے۔ اسے ساتھ نہ لیں جائیں۔ میں نے کہا میں اس

سے جدا نہیں ہو سکتا اگر یہ نہیں جائے گا تو میں بھی نہیں جائوں گا۔ جب کاروان چلا تو خدا کی قسم محمدؐ جس اونٹ پر سوار تھے وہ ہمیشہ ہم سے آگے رہتا۔ جب گرمی شدید ہوتی تو برف کی طرح سفید ایک بادل ان کے اوپر سایہ افگن ہو جاتا۔ کبھی کبھی اس کے قطرے ہم پر بھی آپڑتے۔ جب ہم بصری کے قریب پہنچے وہاں ایک حوض تھا جس کا پانی خشک ہو چکا تھا۔ ایک درخت تھا جس کے پتے جھڑ چکے تھے۔ ہمارے بیٹھتے ہی حوض پانی سے بھر گیا۔

درخت ہرا بھرا ہو گیا، ساتھ ہی ایک معبد تھا۔ اس سے ایک راہب نکلا۔ ہماری طرف آیا۔ اس نے ہم سے کلام کیا نہ تجارت کے متعلق کوئی بات کی۔ بس محمدؐ کا طواف کرنے لگا۔ ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ رہا تھا اگر کوئی ہے تو تو ہی ہے۔ پھر وہ ہمارے پاس آیا اور پوچھا اس بچے کا سرپرست کون ہے؟ میں نے کہا میں ہوں۔ کہا تیرا اس کے ساتھ رشتہ کیا ہے؟ کہا میں اس کا چچا ہوں۔ کہا اس کے اور بھی چچا ہیں تو کونسا چچا ہے۔ کہا اس کے باپ اور میری والدہ ایک ہی تھیں۔ کہا خدا کی قسم یہ وہی ہے۔ پھر مجھ سے کہا اگر آپ اجازت دیں تو میں اس بچے کو کھانا کھلا دوں۔ وہ گیا، کھانا لے کر آیا۔ رسول خداؐ کے سامنے رکھ کر کہتا ہے کہ یہ آپؐ کے لیے ہے۔ فرمایا اگر تو اجازت دے تو میں دوسروں کو بھی کھلا دوں۔ کہا آپ کی مرضی۔ آپؐ نے بسم اللہ پڑھی اور سب سے کہا آئو تناول کرو۔ سب نے پیٹ بھر کر کھایا۔ ہم ایک سو ستر آدمی تھے۔ سب سیر ہو گئے۔ بحیری حیرانگی سے دیکھ رہا تھا کہ تھوڑا سا کھانا ہے اور اتنے زیادہ لوگ کھا رہے ہیں۔ پھر رسول خداؐ کے سر پر بوسہ دے کر کہتا ہے حضرت مسیحؑ کی قسم تو وہی ہے۔ قافلے والے حیران تھے کہ یہ راہب کیا کر رہا ہے۔ ایک سے رہ نہ گیا۔

اس نے کہا اے راہب ہم عرب کے معزز لوگ ہیں۔ ہماری ایک حیثیت ہے۔ تم بھی ایک معزز آدمی ہوں۔ پہلے بھی ہم یہاں سے گزرتے تھے تم نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ تم اس بچے کے سامنے بچھے جا رہے ہو۔ کہا ہاں میں ایک معزز آدمی ہوں۔ میری ایک شان اور حیثیت ہے۔ لیکن جو میں دیکھ رہا ہوں تم نہیں دیکھ رہے جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ جو میں اس بچے کے متعلق جانتا ہوں اگر تم جان لیتے تو اسے اپنے کندھوں پر اٹھائے پھرتے۔ خدا کی قسم میں نے تمھاری عزت بھی اسی کی وجہ سے کی ہے۔ میں اس کے سامنے ایک نور کو دیکھ رہا ہوں جو آسمان و زمین کو روشن کیے ہوئے ہیں۔ میں کچھ لوگوں کو دیکھ رہا

ہوں جو اس پر زبرجد اور یاقوت نچھاور کر رہے ہیں۔ یہ بادل کا ٹکڑا مسلسل اس پر سایہ کیے ہوئے ہے۔ میرا معبد اس کی طرف ایسے آرہا ہے جس طرح کوئی جانور اپنی ٹانگوں پر چلتا ہے۔

یہ درخت اس کے آنے سے پہلے خشک تھا۔ اب ہر برا بھرا ہو گیا اور اس پر پھل بھی لگ گیا ہے۔ یہ حوض جو تم دیکھ رہے ہو یہاں سے حضرت عیسیٰ کے حواری گزرے تھے۔ بستی والوں نے ان کے ساتھ بدسلوکی کی تھی۔ حضرت شمعون نے بددعا کی جس کی وجہ سے خشک ہو گیا تھا۔ انھوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا جب دوبارہ اس میں پانی بھر جائے تو سمجھ لینا کہ میں آخری نبی مبعوث ہو چکا ہے اور وہ ہجرت کر کے یثرب آئے گا۔ اس کی قوم والے اسے امین کہیں گے اور آسمانوں میں اس کا نام احمد ہوگا۔ وہ اسماعیلؑ ابن ابراہیمؑ کی ذریت سے ہوگا۔ خدا کی قسم یہ وہی ہے جس کی جناب شمعون نے بشارت دی تھی۔

پھر اس نے آپ سے کچھ سوال پوچھے۔ آنحضرتؐ نے جواب دیئے۔ جواب سن کر قدموں میں گر جاتا ہے اور پائوں کو چوم کر کہتا ہے اے برخوردار تو کتنا پاکیزہ ہے اور تجھ سے کتنی اچھی خوشبو آتی ہے۔ اے انبیاء کے پیشوا، اے جس کے نور سے کائنات روشن ہے۔ اے جس کے ذکر سے مسجدیں آباد ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ عرب و عجم کے سورما تیرے آگے گڑا گڑا رہے ہیں۔ لات و عزی تیرے قدموں میں پڑے ہیں۔ بیت عتیق (کعبہ) پر تیرا جھنڈا لہرا رہا ہے۔ قریش عرب تیرے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑے ہیں تیرے ہاتھ میں جنت و جہنم کی کنجیاں ہیں۔ تیرے پاس ہی نفع عظیم ہے۔ تیرے ہاتھوں بتوں کی ہلاکت ہے۔ ایک دن تمام شہنشاہ رسوا ہو کر تیرے دین میں داخل ہو جائیں گے۔ اگر میں نے آپ کے زمانے کو پا لیا تو آپ کے ساتھ مل کر آپ کے دشمنوں سے جہاد کروں گا۔ تو اولادِ آدم کا سردار ہے۔ تو سید المرسلین، امام المتقین اور خاتم الانبیاء ہے۔

خدا کی قسم جس دن سے تو پیدا ہوا ہے اس دن سے زمین مسکرا رہی ہے اور تیرے آنے کی خوشی میں قیامت تک مسکراتی رہے گی جبکہ معبد، بت اور شیاطین رو رہے ہیں اور قیامت تک روتے رہیں گے۔ تو ابراہیمؑ کی دعا اور عیسیٰؑ کی بشارت ہے۔ تو طاہر و مطہر اور جاہلیت کی نجاست سے پاک ہے۔

پھر جناب ابو طالبؑ سے پوچھتا ہے کہ یہ تیرا کیا لگتا ہے۔ فرمایا میرا بیٹا ہے۔ کہا نہیں ہو سکتا۔ اس کے والدین زندہ نہیں ہو سکتے۔ فرمایا یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے۔ اس کے والدین کا انتقال ہو چکا ہے۔ کہا سچ کہہ رہے ہو ایسا ہی ہونا تھا۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ انھیں یہیں سے واپس لے جائیں کیونکہ اس وقت

زمین پر جو بھی یہودی، عیسائی اور اہل کتاب ہے اسے ان کی ولادت کا علم ہو چکا ہے۔ اگر انھوں نے انھیں دیکھ لیا تو نقصان پہنچائیں گے۔ پوچھا کیوں؟ کہا چونکہ تیرا بھتیجا نبوت اور رسالت کا حامل ہے۔ راز الٰہی کا راز داں ہے۔ حضرت ابو طالبؑ نے فرمایا ہر گز نہیں خدا اس کا محافظ ہے کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔(6)

## حوالہ جات

1۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ج۱، ص۵۰

2۔ صدوق، کمال الدین و تمام النعمۃ، ص۱۷۰، باب۱۱، ح۲۵

3۔ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج۳، ص۱۵۶، ثعلبی، تفسیر ثعلبی، ج۹، ص۹۷

4۔ مکہ کا پرانا نام ہے۔

5۔ شیخ طبری، اعلام الوریٰ باعلام الھدی، ج۱، ص۶۴، صدوق، کمال الدین و تمام النعمۃ، ص۱۸۰

6۔ صدوق، کمال الدین و تمام النعمۃ، ص۱۸۵، ہاشم بحرانی، حلیۃ الابرار، ج۱، ص۴۵، باب۵

## اصول کافی میں

# امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول تفسیری روایات (۲)

سید حسنین عباس گردیزی*

**آیت:**

"قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا" (بقرہ، ۱۲۴)

یعنی: "میں تمہیں لوگوں کا امام بناتا ہوں"

حضرت ابو عبد اللہ جعفر بن محمد الصادقؑ نے فرمایا:

"ان اللہ تبارك و تعالیٰ اتخذ ابراهيم عبدا قبل ان يتخذه نبيا و ان اللہ اتخذه نبياً قبل ان يتخذه رسولا و ان اللہ اتخذه رسولا قبل ان يتخذه خليلا و إنَّ اللہ اتخذه خليلا قبل ان يجعله اماما، فلما جمع له الاشياء قال: إِنِّي جاعلك للناس اماما" قال: "فمن عظمها في عين ابراهيم قال: ومن ذرّيتي، قال: لاينال عهدي الظالمين" قال لايكون السفيه امام التقي" (1)

یعنی: "بے شک اللہ تبارك وتعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو نبی بنانے سے پہلے اپنا عبد بنایا اور رسول بنانے سے قبل انہیں نبی بنایا اور خلیل بنانے سے پہلے انہیں رسول بنایا اور اس سے پہلے کہ انہیں امام بناتا انہیں اپنا خلیل قرار دیا اور جب یہ سب مقامات ان میں اکٹھے کر دیئے تو پھر ارشاد فرمایا: "بے شک میں نے تمہیں لوگوں کے لیے امام قرار دیا ہے" ابراہیم کی نظر میں یہ

*۔مدارس جامعۃ الرضا و مدیر اعلیٰ مجلّہ نور معرفت، بارہ کہو، اسلام آباد

عنایت اتنی عظیم تھی کہ انہوں نے عرض کیا: اسے میری اولاد میں قرار دے۔ ارشاد ہوا: میرا یہ عہدہ ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔ امامؑ نے فرمایا: نادان شخص کسی متقی اور پرہیزگار انسان کا امام نہیں بن سکتا۔"

**آیت:**

"وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ" (سورہ حج، ۵۲)

یعنی: "اور بعض قرائت کے مطابق "ولا محدث" "اور (اے رسول) آپ سے پہلے ہم نے نہ کوئی رسول بھیجا اور نہ نبی"

برید نے امام باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں اس آیت کے بارے میں عرض کیا کہ قربان جاؤں یہ تو ہماری قرائت نہیں ہے۔ بیان فرمائیں کہ رسول، نبی اور محدث میں کیا فرق ہے؟ انہوں نے فرمایا:

"الرسول الذی یظهرله الملك فیکلمه و النبی هو الذی یری فی منامه و ربما اجتمعت النبوة و الرسالة لواحد و المحدث الذی یسمع الصوت و لا یری الصورة۔ قال: قلت: اصلحك الله کیف یعلم ان الذی رأی فی النوم حق، و انه من الملك؟ قال: یوفّق لذلك حتی یعرفه۔ لقد ختم الله بکتابکم الکتب وختم بنبیّکم الانبیاء۔"

یعنی: "رسول وہ ہوتا ہے جس کے سامنے فرشتہ ظاہر ہو اور اس سے کلام کرے۔ نبی وہ ہوتا ہے جو خواب میں اُسے دیکھے۔ بعض اوقات نبوت اور رسالت ایک ہی شخص میں جمع ہو جاتی ہیں، محدث اُسے کہتے ہیں جو فرشتے کی آواز تو سنے مگر اس کی شکل نہ دیکھ سکے۔ میں نے عرض کیا: اللہ آپ کا بھلا کرے! وہ کیسے جانتا ہے کہ جو اس نے خواب میں دیکھا ہے وہ حق ہے اور وہ فرشتہ ہے۔ انہوں نے جواب دیا: اُسے اس کی توفیق حاصل ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ پہچان لیتا ہے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہاری کتاب، قرآن پر آسمانی کتب کا اختتام کر دیا اور تمہارے نبی پر سلسلہ نبوت کو ختم کر دیا۔" (2)

**آیت:**

"وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ" (اعراف، ۴۶)

یعنی: ''اور بلندیوں پر کچھ ایسے افراد ہوں گے جو ہر ایک کو ان کی شکلوں سے پہچان لیں گے۔''
حضرت جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ ابن الکوّا امیر المومنینؑ کے پاس آیا اور مذکورہ آیت کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا:

''نحن علی الاعراف، نعرف انصارنا بسیماهم، و نحن الاعراف الذی لا یعرف الله عزوجل الا بسبیل معرفتنا، و نحن الاعراف یعرّفنا الله عزوجل یوم القیامة علی الصراط، فلا یدخل الجنة الا من عرفنا و عرفناه، و لا یدخل النار الا من انکرنا و انکرناه، ان الله تبارك و تعالیٰ لو شاء لعرف العباد نفسه و لکنا جعلنا ابوابه و صراطه و سبیله و الوجه الذی یُؤتی منه، فمن عدل عن ولایتنا او فضل علینا غیرنا، فانهم عن الصراط لناکبون، فلا سواء من اعتصم الناس به، و لا سواء حیث ذهب الناس الی عیون کدرة یفرغ بعضها فی بعض و ذهب من ذهب الینا الی عیون صافیة تجری بامر ربها،

یعنی: لا نفاد کے بغیر اللہ عزوجل کی معرفت حاصل نہیں کی جاسکتی۔ اور ہم ہی وہ اعراف ہیں جن کا تعارف قیامت کے دن اللہ تعالیٰ صراط پر کروائے گا۔ پس جنت میں صرف وہی داخل ہو گا جو ہمیں پہچانتا ہو گا اور ہم اُسے پہچانتے ہوں گے۔ اور دوزخ میں وہی جائے گا جو ہمارا منکر ہو گا اور ہم اس کے منکر ہوں گے۔ اگر اللہ تبارک و تعالی چاہتا تو بلا واسطہ بندوں کو اپنی پہچان کروادیتا، لیکن اُس نے ہمیں اپنے دروازے، سیدھا راستہ، ذریعہ اور وہ چہرہ قرار دیا ہے کہ جس کے وسیلے سے اُس کی (معرفت) عطا کی جاتی ہے۔ پس جو بھی ہماری ولایت سے روگردانی کرے گا یا ہمارے غیروں کو ہم پر برتری اور ترجیح دے گا، بیشک یہی لوگ صراط سے بھٹکے ہوئے ہیں۔
پس (ہمارے دروازے پر آنا) جو لوگوں کی پناہ گاہ ہیں، ان گدلے سرچشموں پر جانے کے برابر نہیں ہو سکتا جو ایک دوسرے سے نکلتے ہیں۔ اور جو لوگ ہماری طرف آئے، گویا وہ صاف وشفاف چشموں کی طرف آئے جو اپنے رب کے حکم سے جاری ہیں؛ نہ ختم ہونے والے ہیں اور نہ ہی بند ہونے والے ہیں۔''

**آیت:**

وَ مَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا (البقرہ ۲۶۹)

یعنی: "جسے حکمت عطا کی گئی اسے خیر کثیر وعطا کی گئی۔"

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: حکمت سے مراد " طاعة الله ومعرفة الامام" یعنی: اللہ کی اطاعت اور امام کی معرفت ہے۔" (3)

آیت:

"مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا وَهُمْ مِنْ فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُون وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلاَّ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ " (النمل ۹۱،۹۲)

یعنی: "جو شخص نیکی لے کر آئے گا اسے اس سے بہتر اجر ملے گا اور وہ اس دن کی ہولناکیوں سے امن میں ہوں گے۔ اور جو شخص برائی لے کر آئے گا پس انہیں اوندھے منہ آگ میں پھینک دیا جائے گا، کیا تمہیں اپنے کیے کے علاوہ کوئی اور جزا مل سکتی ہے؟"

حضرت امام جعفر صادقؑ اپنے والد حضرت امام محمد باقرؑ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن ابو عبد اللہ جدلی امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امیر المومنینؑ نے فرمایا: کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "من جاء ۔۔۔۔الخ" کے بارے میں نہ بتاؤں؟ اس نے عرض کی: " ہاں یا امیر المومنین ! میں آپ پر قربان جاؤں!" امیر المومنینؑ نے فرمایا:

"الحسنة معرفة الولاية و حبنا اهل البيت و السيئة انكار الولاية و بعضنا اهل البيت، ثم قرأ عليه هذه الاية"

یعنی: " حسنہ اور نیکی ولایت کی معرفت اور ہم اہل بیت کی محبت ہے اور سیئہ اور برائی ولایت کا انکار اور ہم اہل بیتؑ سے بغض ودشمنی ہے۔" (4)

پھر انہوں نے اس کے سامنے مذکورہ آیت کی تلاوت فرمائی۔

**آیت:**

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ (النساء ۵۴)

یعنی: ''کیا یہ (دوسرے) لوگوں سے اس لیے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے نوازا ہے؟''

حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں:

''نحن المحسودون الذین قال اللہ: امر یحسدون الناس۔۔۔۔ الخ' (5)

یعنی: ''ہم ہی وہ ہیں جن سے حسد کیا جاتا ہے جن کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔'' ''امر یحسدون۔۔۔۔۔۔۔۔''

**آیت:**

''یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا أَطِیعُوا اللهَ وَأَطِیعُوا الرَّسُولَ وَأُوْلِی الْأَمْرِ مِنْکُمْ'' (النساء،۵۹) (6)

یعنی: '' اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، رسول اور اپنے میں سے صاحبان امر کی اطاعت کرو۔''

حسین بن ابی علاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جعفر صادقؑ کی خدمت میں اُن اوصیاؑ کا تذکرہ کیا جن کی اطاعت فرض کی گئی ہے۔ تو انہوں نے فرمایا:

''نعم و هم الذین قال اللہ تعالیٰ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر مکنم و هم الذین قالَ اللہ عزّوَجلَّ اِنَّما ولیّکم اللہ و رسوله و الّذین آمَنُو الّذِین یقیمون الصّلٰوة و یُؤتون الزکاة و هم الراکعون'' (مائدہ،۵۵) (7)

یعنی: ''ہاں یہ وہی ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اور اولی الامر کی اطاعت کرو'' اور یہ وہی افراد ہیں جن کے بارے میں اس نے فرمایا: صرف تمہارا ولی اور سرپرست اللہ ہے، اس کا رسول ہے اور وہ افراد ہیں جو ایمان لائے۔''

**آیت:**

''یَوْمَ نَدْعُوکُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ''

یعنی: '' اور اس دن ہم تمام لوگوں کو ان کے پیشوائوں کے ساتھ بلائیں گے۔''

عبد الاعلی نقل کرتے ہیں کہ میں نے جعفر صادقؑ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ:

"السمع و الطاعة ابواب الخير، السامع المطيع لا حجة عليه، و السامع العاصی لاحجة له، و امام المسلمين تمت حجته و احتجاجه يوم يلقى الله عزوجل ثم قال: يقول الله تبارك و تعالى: يوم ندعو كل اناس بامامهم" (8)

یعنی: "انہوں نے فرمایا: سننا اور اطاعت کرنا خیر اور بھلائی کے دروازے ہیں جو سنتا ہے اور فرمانبرداری کرتا ہے اس پر کوی ذمہ داری اور حجت نہیں ہے، جو سنتا ہے اور نافرمانی کرتا ہے اس کے پاس اپنے دفاع میں کوئی عذر او دلیل نہیں ہے۔ امام المسلمین، جس دن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرئے گا اُس دن (یعنی قیامت کے دن) اس کی حجت تمام ہو گی اور اپنے حق میں دلیل پیش کرے گا۔ اس کے بعد بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "اُس دن تمام لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلایا جائے گا"

**آیت:**

"فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَ جِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا"

یعنی: "بھلا اس وقت کیا حال ہو گا جب ہم گروہ کے گواہ طلب کریں گے اور تم کو ان پر گواہ حیثیت میں طلب کریں گے" (النساء، ۴۱)

حضرت امام صادقؑ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

"نزلت فی اُمة محمد صلی الله وآله وسلم خاصة، فی کل قرن منهم امام منا شاهد علیهم ومحمد صلی الله علیه وآله شاهد علینا"

یعنی" یہ آیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت کے بارے میں بطور خاص نازل ہوئی ہے ہر دور میں ہم میں سے ایک امام ان کے درمیان ہوتا ہے جو ان پر شاہد اور گواہ ہوتا ہے اور محمدؐ ہم پر شاہد اور گواہ رہیں" (9)

**آیت:**

"وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا" (البقرہ، ۱۴۳)

یعنی: ''اور اسی طرح ہم نے تمہیں درمیانی امت قرار دیا تاکہ تم لوگوں کے اعمال کے گواہ رہو اور رسول تمہارے اعمال کے گواہ رہیں''

برید عجلی روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو عبد اللہؑ سے مذکورہ آیت کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

''نحن الامة الوسطی ونحن شهدا الله علی خلقه و حججه فی ارضه، قلت: قول الله عزوجل: 'ملة ابیکم ابراهیم' قال: ایانا عنی خاصة 'هو سمّاکم المسلمین من قبل' فی الکتب التی مضت ''وفی هذا'' القرآن لیکون الرسول علیکم شهیداً فرسول الله صلی الله علیه وآله الشهید علینا بما بلّغنا عن الله عزوجل و نحن الشهدا علی الناس فمن صدّق صدقناه یوم القیامة، و من کذّب کذّبناه یوم القیامة'' (10)

یعنی: ''امامؑ نے فرمایا: ہم نے درمیانی امت ہم ہیں اللہ کی مخلوق پر اس کے گواہ اور اس کی زمین پر اس کی حجتیں۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول ''مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا'' (سورہ حج،۷۸) 'انہوں نے جواب میں فرمایا: ''مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ'' سے مراد بالخصوص ہم ہیں، 'هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ من' قبل کا مطلب ہے گزشتہ کتب میں 'فِي هَذَا' کا مطلب قرآن ہے اور 'لیکون الرسول علیکم شهیداً' سے مراد یہ ہے کہ رسول خدا نے اللہ کی طرف سے جو کچھ ہم تک پہنچایا ہے، اس کے ذریعے سے وہ ہم پر گواہ ہیں اور ہم دوسرے لوگوں پر گواہ ہیں، جس نے سچے دل سے اس کو مان لیا، ہم قیامت کے دن اس کی تصدیق کریں گے اور جس نے تکذیب کی اور ہماری امامت کو جھوٹ سمجھا ہم بھی قیامت کے دن اُسے جھٹلائیں گے۔

**آیت:**

''إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ'' (رعد،۷)

یعنی: ''بیشک آپ صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لیے ایک ہادی اور رہبر ہے۔''

فضل نے بیان کیا ہے میں نے حضرت صادقؑ سے آیت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ''کل امام ھاد للقرن الذی ھو فیھم'' یعنی: ''ہر امام اس دور اور زمانے کا ہادی ہے جس میں وہ لوگوں کے درمیان موجود ہے۔'' (11)

مذکورہ آیت کی تفسیر میں ایک اور روایت ابو بصیر نے نقل کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس آیت کے بارے میں حضرت جعفر صادقؑ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ المنذر وعلی الھادی، یا ابا محمد ھل من ھاد الیوم؟ قلت: بلی جعلت فداك مازال منکم ھاد حتیّ دفعت الیك، فقال: رحمك اللہ یا ابا محمد لو کانت اذا نزلت آیۃ علی رجل ثم مات ذلك الرجل، ماتت الایۃ، مات الکتاب ولکنّہ حتیّ یجری فیمن بقی کما جری فیمن مضی'' (12)

یعنی: ''انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ڈرانے والے اور علیؑ ہادی ورہبر ہیں، اے ابو محمد! بتائیں کیا اب بھی کوئی ہادی موجود ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں! میں قربان جاؤں آپ کے خاندان میں سے ہر دور میں یکے بعد دیگرے ہادی موجود رہے ہیں یہاں تک کہ یہ سلسلہ آپ تک پہنچ گیا۔ انہوں نے فرمایا: اے ابو محمد! اللہ کی رحمت ہو تو تم پر، اگر ایسا ہوتا کہ اگر ایک آیت کسی شخص کے بارے میں نازل ہوتی اور جب وہ مر جاتا تو آیت بھی مر جاتی تو اب تک تو قرآن ختم ہو چکا ہوتا اور مردہ ہو جاتا۔ لیکن قرآن زندہ ہے اور آئندہ آنے والوں میں اسی طرح جاری وساری ہے جس طرح گزشتہ لوگوں میں جاری وساری تھا''

**آیت:**

''وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِینَ آمَنُوا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْأَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِینَ مِنْ قَبْلِھِمْ'' (نور، ۵۵)

یعنی: ''اللہ نے تم میں سے صاحبان ایمان وعمل صالح سے وعدہ کیا ہے کہ انہیں روئے زمین میں اسی طرح اپنا خلیفہ بنائے گا جس طرح پہلے والوں کو بنایا ہے۔''

عبد اللہ بن سنان کہتے ہیں میں نے اس آیت کے متعلق حضرت ابو عبد اللہؑ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ''ھم الائمۃ'' ان سے مراد امام ہیں۔(13)

**آیت:**

''الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ۔۔۔۔۔۔۔ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ''

یعنی: ''جو لوگ رسول نبی امّی کا اتباع کرتے ہیں۔۔۔یہی در حقیقت فلاح یافتہ اور کامیاب ہیں''

علی بن ابراہیم اپنی اسناد سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اس آیت کے بارے میں فرمایا: ''النور فی ھذا الموضع امیر المومنین والائمہ علیھم السلام ''اس آیت میں نور سے مراد امیر المومنین اور آئمہؑ ہیں۔(14)

**آیت:**

''اللهُ نُورُ السَّماوَاتِ وَ الْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونِةٍ لاَ شَرْقِيَّةٍ وَ لاَ غَرْبِيّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيئُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُورٌ عَلَى نُورٍ يَهْدِي اللهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ وَ يَضْرِبُ اللهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَ اللهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ'' (النور، ۳۵)

یعنی: ''اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اس کے نور کی مثال ایسی ہے گویا ایک طاق ہے، اس میں ایک چراغ رکھا ہوا ہے، چراغ شیشے کے فانوس میں ہے، فانوس گویا موتی کا چمکتا ہوا تارا ہے، جو زیتون کے مبارک درخت سے روشن کیا جاتا ہے؛ جو نہ شرقی ہے نہ غربی، اس کا تیل روشنی دیتا ہے خواہ آگ اسے نہ چھوئے؛ یہ نور بالائے نور ہے، اللہ جسے چاہے اپنے نور کی راہ دکھاتا ہے اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بھی بیان فرماتا ہے اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھتا ہے۔''

حضرت صادقؑ اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''کمشوۃ فاطمۃ سلام اللہ علیھا 'فیھا مصباح ' الحسن 'المصباح فی زجاجۃ' الحسین 'الزجاجۃ ' کانھا کوکب دری'' فاطمۃ کوکب دری بین نساء اہل الدنیا، توقد من شجر مبارکۃ

ابراہیم علیہ السلام ''زیتونة لا شرقیه ولا غربیة'' لا یهودیة و لا نصرانیة 'یکاد زیتها یضی'' یکاد العلم ینفجربها'' و لولم تمسه نار نور علی نور'' امام منها بعد امام '' یهدی الله لنوره من یشاء'' یهدی الله للائمه من یشاء '' و یضرب الله الامثال للناس۔۔۔'' (15)

یعنی: ''مثل نورہ کمشکوۃ' (فانوس) سے مراد فاطمہ (سلام اللہ علیہا) 'فیھا مصباح' (چراغ) حسن (علیہ السلام) 'المصباح فی زجاجۃ' (آئگینہ) حسین (علیہ السلام) ہیں۔'الزجاجۃ کانھا کوکب دری' میں فاطمہ دنیا کی عورتوں میں درخشندہ ستارہ ہیں۔'توقد من شجرۃ مبارکۃ'میں مبارک درخت حضرت ابراہیم (علیہ السلام) ہیں۔ 'زیتونہ لا شرقیہ ولا غربیہ' یعنی نہ یہودیت کے طرف دار ہیں نہ عیسائیت کے۔ 'یکاد زیتھا یضئ' اس سے علم کے چشمے پھوٹیں۔ 'و لولم تمسہ نار نور علی نور' نور علی نور سے مراد، ایک کے بعد دوسرا امام ہے۔ 'یھدی اللہ لنورہ من یشاء' اس کا مطلب یہ ہے کہ جسے اللہ چاہتا ہے اماموں کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔۔۔۔۔''

**آیت:**

یَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَى نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَ بِأَيْمَانِهِمْ بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (الحدید ۱۲)

یعنی: ''قیامت کے دن آپ مومنین اور مومنات کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے آگے اور ان کی دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا (ان سے کہا جائے گا) آج تمہیں ان جنتوں کی بشارت ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جن میں تمہیں ہمیشہ رہنا ہوگا۔ یہی تو بڑی کامیابی ہے۔''

حضرت امام صادق علیہ السلام نے سورۂ حدید کی اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرمایا:

''ائمة المومنین یوم القیامة تسعی بین یدی المؤمنین و بایمانهم حتی ینزلوهم منازل اهل الجنة'' (16)

یعنی: ''اس کا مطلب ہے کہ وہ قیامت کے دن مومنین کے امام، مومنین کے سامنے اور آگے چلیں گے۔ یہاں تک کہ انہیں جنت میں ان کے مقامات تک پہنچا دیں گے۔''

**آیت:**

"فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ وَ آتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا" (نساء، ۵۴)

یعنی: "ہم نے آل ابراہیم کو کتاب و حکمت اور ملک عظیم سب کچھ عطا کیا"

حمران بن اعین بیان کرتے ہیں کہ: 'فقد آتینا آل ابراهیم الکتاب' کے بارے میں حضرت صادق علیہ السلام سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: اس سے مراد نبوت ہے۔ جب میں نے پوچھا حکمت کیا ہے تو فرمایا: سمجھ بوجھ اور انصاف اور جھگڑوں کے فیصلے کرنا ہے۔ اور جب میں نے پوچھا کہ: "و آتیناهم ملکا عظیما" کا مطلب کیا ہے تو انہوں نے فرمایا: اطاعت ہے۔ (17)

**آیت:**

"وَ عَلَامَاتٍ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ" (نحل، ۱۶)

یعنی: "اور علامات معین کر دیں اور لوگ ستاروں سے بھی راستے دریافت کر لیتے ہیں۔"

حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا: 'النجم رسول الله صلی الله علیه وآله و العلامات هم الائمة' یعنی: "ستارہ، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علامتیں آئمہ ہدیٰ علیہم السلام ہیں۔" ایک اور حدیث میں اسباط بن سالم روایت کرتے ہیں کہ ہیثم نے حضرت صادق علیہ السلام سے 'وعلامات و بالنجم هم یهتدون' کے متعلق سوال کیا جب کہ میں بھی ان کی خدمت میں حاضر تھا، اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا: 'رسول الله صلی الله علیه و آله النجم، و العلامات هم الائمه' یعنی: 'رسولخدا، ستارہ ہیں اور علامتیں آئمہ ہدی ہیں' (18)

**آیت:**

"وَ مَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَ النُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ" (یونس، ۱۰۱)

یعنی: "اور جو لوگ ایمان نہیں قبول کرتے ان کو ہماری نشانیاں اور ڈروائے کچھ بھی مفید نہیں"

داود رقی کا بیان ہے کہ میں نے اس آیت کے بارے میں حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: "الایات هم الائمه، و النذر هم الانبیاء علیهم السلام" یعنی: آیات سے مراد آئمہ اور 'ڈرانے والے' انبیاء علیہم السلام ہیں۔ (19)

**آیت:**

"فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ" (نحل، ۴۳)

یعنی: "اگر تم خود نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر سے پوچھو۔"

عبد الرحمٰن بن کثیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: "الذکر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و نحن اھلہ المسئُولون" یعنی: "حضرت محمد ﷺ ذکر ہیں اور ہم اہل ذکر ہیں جن سے پوچھنا چاہیے۔" راوی کہتے ہیں پھر میں نے "وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَكَ وَ لِقَوْمِكَ وَ سَوْفَ تُسْأَلُونَ" (زخرف ۴۴) کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: "ایانا عنی و نحن الذکر و نحن المسئولون" یعنی: "اس سے مراد ہم ہیں، ہم ہی اہل ذکر اور ہم ہی مسئول ہیں۔" (20)

**آیت:**

"وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَكَ وَ لِقَوْمِكَ وَ سَوْفَ تُسْأَلُونَ" (زخرف، ۴۴)

یعنی: "بے شک یہ تمہارے لیے اور تمہاری قوم کے لیے ذکر ہے اور جلد تم لوگوں سے سوال کیا جائے گا"

ابو بصیر سے منقول ہے کہ قرآن کی اس آیت کی تفسیر میں حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: "فرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ الذکر واھل بیتہ علیھم السلام المسئولون وھم اھل الذکر" یعنی: "پس رسول خدا ﷺ ذکر اور ان کے اہل بیتؑ سے ہی پوچھنا چاہیے اور وہی اہل ذکر ہیں"۔ اس آیت کی تفسیر میں فضیل سے امام صادقؑ کا ایک اور قول نقل ہوا جس میں آپ نے فرمایا: "الذکر القرآن و نحن قومہ و نحن المسئولون" یعنی: "قرآن ذکر ہے ہم اس کی قوم اور ہم ہی سے پوچھنا چاہیے۔" (21)

**آیت:**

"وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا"

یعنی: ''خدا اور ان لوگوں کے سوا جو علم میں راسخ ہیں ان کا اصلی مطلب کوئی نہیں جانتا۔ وہ لوگ (یہ بھی) کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے ہیں یہ سب (محکم و متشابہ) ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے۔''

امام صادقؑ سے ابو بصیر نے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''نحن الراسخون فی العلم ونحن نعلم تاویله'' یعنی: ''راسخون فی العلم ہم ہیں اور ہم اس کی تاویل کو جانتے ہیں'' (22) ایک اور روایت میں انہوں نے فرمایا: ''الراسخون فی العلم امیر المومنین و الائمة من بعده علیهم السلام'' یعنی: ''علم میں راسخ امیر المومنینؑ اور ان کے بعد آئمہ علیہم السلام ہیں۔'' (23) ایک تیسری روایت جو امام صادقؑ یا ان کے والد گرامی امام باقرؑ سے بیان ہوئی، اس میں مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرمایا:

''فرسول الله صلی الله علیه و آله افضل الراسخین فی العلم قد علّمه الله عزوجل جمیع ما انزل علیه من التنزیل و التاویل، و ما کان الله لینزل علیه شیئا لم یعلمه تاویله، و اوصیاوه من بعده یعلمونه کله، و الذین لایعلمون تاویله اذا قال العالم فیهم بعلم، فاجابهم الله بقوله: ''یقولون آمنا به کل من عند ربنا'' و القرآن خاص و عام و محکم و متشابه و ناسخ و منسوخ، فالراسخون فی العلم یعلمونه'' (24)

یعنی: ''پس رسول اللہ ﷺ علم میں راسخ افراد میں سے افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تنزیل اور تاویل میں سے جو کچھ ان پر نازل فرمایا وہ سب انہیں سکھا دیا، اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی چیز آپ پر نازل نہیں کی جس کی تاویل آپ نہ جانتے ہوں۔ اسی طرح آپ کے بعد آپ کے اوصیاء بھی یہ سب کچھ جانتے ہیں۔ اور وہ افراد جو ان کی تاویل جانتے چونکہ راسخ فی العلم ان کے درمیان موجود ہے، وہ اپنے علم کی رو سے انہیں کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا جواب اپنے اس قول سے دیا ہے ''وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں یہ سب ہمارے رب کے پاس ہے'' قرآن میں خاص بھی ہے اور عام بھی، محکم بھی متشابہ بھی ناسخ بھی ہے اور منسوخ بھی، علم میں راسخ افراد ان سب کا علم رکھتے ہیں۔''

**آیت:**

"بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ"

یعنی: "مگر جن لوگوں کو (خدا کی طرف سے) علم دیا گیا ہے ان کے دِل میں واضح و روشن آیتیں ہیں۔" (عنکبوت،۴۹)

حضرت صادق آل محمدؑ نے فرمایا: "الذین اوتوا العلم" سے مراد آئمہ علیہم السلام ہیں۔ ایک اور روایت میں فرمایا: اس سے خاص طور پر آئمہ مراد ہیں۔ (25)

آیت:

"ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَ مِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرِ" (فاطر،۳۲)

یعنی: "پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے خاص ان کو قرآن کا وارث بنایا جنہیں منتخب کیا۔ کیونکہ بندوں میں سے کچھ تو اپنی جان پر ستم ڈھاتے ہیں۔ اور کچھ ان میں سے (نیکی بدی کے) درمیان ہیں اور ان میں سے کچھ لوگ خدا کے اختیار سے نیکیوں میں گویا سبقت لے گئے ہیں یہی تو خدا کا بڑا فضل ہے۔"

سلیمان بن خالد کہتے ہیں حضرت امام صادقؑ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے سوال کیا: "ای شیء تقولون انتم" یعنی: "تم اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟" میں نے جواب دیا: یہ اولاد فاطمہ کے بارے میں ہے۔ انہوں نے فرمایا:

"لیس حیث تذھب لیس یدخل فی ھذا من اشار بسیفه و دعا الناس الی خلاف فقلت: و ای شئ الظالم لنفسه؟ قال: الجالس فی بیته لایعرف حق الامام و المقتصد: العارف بحق الامام، و السابق بالخیرت: الامام"

یعنی: "آپؑ نے فرمایا: ایسا نہیں ہے جیسا تیرا نظریہ ہے: یہ آیت ان افراد کو شامل نہیں ہے جو تلوار اٹھانے اور لوگوں کو اختلاف اور انتشار کی دعوت دے۔ میں نے کہا: پس اپنے آپ پر ظلم کرنے والا

کون ہے؟آپ نے فرمایا وہ شخص جو اپنے گھر میں بیٹھا رہے اور وقت کے امام کے نہ پہچانے، اور مقتصد سے مراد حق امام کی معرفت رکھنے والا ہے اور سابق بالخیرات خود امام ہے۔" (26)

**آیت:**

"الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ" (بقرہ،۱۲۱)

یعنی: " جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ لوگ اسے اس طرح پڑھتے رہتے جو اس کے پڑھنے کا حق ہے یہی لوگ اس پر ایمان لائے ہیں۔"

ابو ولاد کا کہنا ہے کہ میں نے اس آیت کے متعلق سوال کیا تو امام صادقؑ نے فرمایا: "ھم الائمہ علیھم السلام" اس سے مراد آئمہ علیہم السلام ہیں۔(27)

**آیت:**

"وَ جَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا" (انبیاء ،۷۳)

یعنی: "اور ہم نے انہیں امام اور پیشوا بنایا ہے کہ ہمارے حکم سے (لوگوں کی) ہدایت کرتے ہیں"

حضرت امام صادقؑ نے فرمایا:

"ان الائمة فی کتاب الله عزوجل امامان قال الله تبارك وتعالیٰ: 'وجعلناهم آئمة یهدون بامرنا' لابامرالناس یقدمون امرالله قبل امرهم وحکم الله قبل حکمهم قال 'وَ جَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ' (قصص،۴۱) یقدمون امرهم قبل امرالله، وحکمهم قبل حکم الله، ویاخذون باهوائهم خلاف مافی کتاب الله عزوجل" (28)

یعنی: "امام وہی ہیں جو قرآن مجید میں امام ہیں جن کے متعلق ارشاد الٰہی ہے: "وجعلناهم ائمة یهدون بامرنا" یعنی: "اور ہم نے انہیں امام قرار دیا ہے جو ہمارے امر سے ہدایت کرتے ہیں؛ نہ لوگوں کے حکم سے، یہ اللہ تعالیٰ کے امر کو اپنے اوامر پر ترجیح دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو اپنے احکامات پر مقدم کرتے ہیں۔ اور فرمایا: "ہم نے انہیں راہنما قرار دیا ہے جو جہنم کی طرف

بلاتے ہیں۔" یہ اللہ کے امر پر اپنے اوامر کو مقدم کرتے ہیں اور حکم الٰہی پر اپنے احکامات کو ترجیح دیتے ہیں اور کتاب الٰہی کے برخلاف اپنے ہوا و ہوس کی پیروی کرتے ہیں۔"

**آیت:**

"إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ" (بنی اسرائیل،۹)

یعنی: "اس میں شک نہیں کہ یہ قرآن اس راہ کی ہدایت کرتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھی ہے۔"

حضرت صادقؑ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: 'یھدی الی الامام' یعنی: 'قرآن امام کی طرف راہنمائی اور ہدایت کرتا ہے۔'(29)

**آیت:**

"فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ" (اعراف،۶۹)

یعنی: "پس تم خدا کی نعمتوں کو یاد کرو؛ تاکہ تم فلاح پا جائو۔"

ابو یوسف بزاز بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام صادقؑ نے مذکورہ آیت کو تلاوت کیا اور مجھ سے پوچھا؟ "اتدری ما الاء الله؟" یعنی: 'کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کی نعمتیں کونسی ہیں؟' میں نے جواب دیا: نہیں۔ انہوں نے فرمایا:

"ھی اعظم نعم الله علی خلقه و ھی ولایتنا"

یعنی: "یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق پر نعمتوں میں سب میں بڑی اور وہ ہماری ولایت ہے"(30)

**آیت:**

"أَلَمْ تَرَى إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَةَ اللهِ كُفْرًا وَ أَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ" (ابراہیم، ۲۸)

یعنی: "کیا تم نے ان لوگوں کے حل پر غور نہیں کیا جنہوں نے میرے احسان کے بدلے میں ناشکری اختیار کی اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گڑھے میں جھونک دیا۔"

عبد الرحمٰن بن کثیر نقل کرتے ہیں کہ میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے اس آیت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

"عنی بھا قریشا الذین عادوا رسول اللہ صلی علیہ و آلہ و نصبوا لہ الحرب و حجدوا وصیتہ"
یعنی: "اس سے مراد سب کے سب قریش ہیں جنہوں نے رسول خداؐ کے ساتھ دشمنی کی، ان سے جنگ کی اور آنحضرتؐ کی وحی کے متعلق آپؐ کی وصیت کا انکار کیا اور اس کی خلاف ورزی کی۔" (31)

*****

## حوالہ جات


1۔کتاب الحجۃ/باب طبقات الانبیاء والرسل والائمۃ/ص۱۷۵/ح۲۔
2۔کتاب الحجۃ/باب الفرق بین الرسول والنبی والمحدث/ص۱۷۷/ح۴۔
3۔کتاب الحجۃ/باب معرفۃالامام والردالیہ/ص۱۸۴/ح۹۔
4۔کتاب الحجۃ/باب معرفۃالامام والردالیہ/ص۱۸۵/ح۱۱۔
5۔کتاب الحجۃ/باب معرفۃالامام والردالیہ/ص۱۸۵/ح۱۴۔
6۔کتاب الحجۃ/باب فرض طاعۃالائمۃ/ص۱۸۶/ح۶۔
7۔کتاب الحجۃ/باب فرض طاعۃالائمۃ/ص۱۸۷/ح۷۔
8۔کتاب الحجۃ/باب فرض طاعۃالائمۃ/ص۱۸۹/ح۱۷۔
9۔کتاب الحجۃ/باب فی الائمۃ شھد اللہ عزوجل علی خلقہ/ص۱۹۰/ح۱۔
10۔کتاب الحجۃ/باب فی ان الائمہ شھد اللہ عزوجل علی خلقہ/ص۱۹۰/ح۲۔
11۔کتاب الحجۃ/باب ان الائمۃ علیہم السلام ہم الھداۃ/ص۱۹۱/ح۱۔
12۔کتاب الحجۃ/باب ان الائمۃ علیہم السلام ہم الھداۃ/ص۱۹۲/ح۳۔
13۔کتاب الحجۃ/باب ان الائمۃ علیہم السلام خلفاء اللہ عزوجل فی ارضہ وابوابہ التی منھایُوتی/ص۱۹۳/ح۳۔
14۔کتاب الحجۃ/باب ان الائمۃ علیہم السلام نور اللہ عزوجل/ص۱۹۴/ح۲۔
15۔کتاب الحجۃ/باب ان الائمۃ علیہم السلام نور اللہ عزوجل/ص۱۹۵/ح۵۔
16۔ایضا۔
17۔کتاب الحجۃ/باب ان الائمۃ علیہم السلام ولاۃالامر/ص۲۰۵/ح۳۔

18۔کتاب الحجۃ/باب ان الائمۃ العلامات التی ذکرھا اللہ عزوجل فی کتابہ/ص۲۰۶/ح۲،۱۔
19۔کتاب الحجۃ/باب ان الایات التی ذکرھا اللہ عزوجل فی کتابہ ھم الائمہ علیہم السلام/ص۲۰۷/ح۱۔
20۔کتاب الحجۃ/باب ان اھل الذکر الذین امر اللہ الخلق بسئوالھم ھم الائمۃ علیہم السلام/ص۲۱۰/ح۲۔
21۔ایضا، ص/۲۱۱، ح/۵۔
22۔کتاب الحجۃ/باب ان الراسخین فی العلم ھم الائمہ علیہم السلام/ص۲۱۳/ح۱۔
23۔ایضا، ص۲۱۳/ح/۳۔
24۔کتاب الحجۃ/باب ان الراسخین فی العلم ھم الائمہ علیہم السلام/ص۲۱۳/ح۲۔
25۔کتاب الحجۃ/باب ان الائمۃ قد اوتوا العلم واثبت فی صدورھم/ص۲۱۴/ح۴، ۲۔
26۔کتاب الحجۃ/باب ان الائمۃ فی کتاب اللہ امامان، ص۲۱۵/ح۲۔
27۔کتاب الحجۃ/باب فی ان من۔۔۔۔/ص۲۱۵/ح۴
28۔کتاب الحجۃ/باب ان الائمۃ فی کتاب اللہ امامان: امام ید عوالی اللہ/ص۲۱۶/ح۲۔
29۔کتاب الحجۃ/باب ان القرآن یھدی للامام/ص۲۱۶/ح۲۔
30۔کتاب الحجۃ/باب ان القرآن یھدی للامام/ص۲۱۷/ح۳
31۔کتاب الحجۃ/باب ان النعمۃ التی ذکرھا اللہ عزوجل فی کتابہ الائمہ علیہم السلام/ص۲۱۷/ح۴۔

# "شق صدر" سے متعلق روایات

## (تنقیدی جائزہ)

سید رمیز الحسن موسوی*

پیغمبر اکرم ﷺ کی حیات طیبہ شروع ہی سے غیر معمولی واقعات سے بھری پڑی ہے جو آپؐ کے ایک غیر معمولی انسان ہونے کی دلیل ہے۔ وہ تمام غیر معمولی واقعات جو آپؐ کی ولادت باسعادت سے پہلے رونما ہوئے ہیں یا ولادت کے بعد آپؐ کے بچپن میں دیکھے گئے ہیں سب آپؐ کی عظمت اور عظیم الٰہی شخصیت کی عکاسی کرتے ہیں۔ منجملہ غیر معمولی واقعات کہ جو آپؐ کی حیات طیبہ کے دوران رونما ہوئے ہیں اُن میں سے ایک طاق کسریٰ میں شگاف پیدا ہونا، سینہ حلیمہ سعدیہ کا دودھ سے بھر جانا اور اُن کے قبیلے میں آپؐ کی آمد کی وجہ سے برکات کا نازل ہونا وغیرہ ہیں۔

اس قسم کے ارھاصات (کسی نبی کے مبعوث ہونے سے پہلے غیر معمولی واقعات کا رونما ہونا) اور کرامات کہ جو آنحضرت ﷺ کی عظمت، الٰہی شخصیت کی علامت ہونے کے علاوہ تمام مسلمانوں کے لئے فخر و مباہات کا باعث بھی ہیں۔ لیکن افسوس کے ساتھ بعض ناسمجھ یا مفاد پرست عناصر نے انہی ارھاصات و کرامات کے بہانے کچھ خلاف واقع غیر عقلی چیزیں بھی نقل کی ہیں جو آپؐ کی شخصیت، عظمت اور مقام و منزلت کے ساتھ سازگار نہیں ہیں اور جن کو نقل کرنے کے پیچھے کچھ مفادات نظر آتے ہیں۔

*۔مدیر سہ ماہی نور معرفت، نور الہدیٰ ٹرسٹ مرکز تحقیقات (نمت)، بارہ کہو، اسلام آباد

انہی اسرائیلیات میں سے ایک "شق صدر" کا افسانہ بھی ہے۔ حیات النبی ﷺ سے متعلق یہ قصہ سوائے امامیہ مؤرخین و محدثین کے تمام اہل سنت مؤرخین و محدثین نے نقل کیا ہے جس کے مطابق پیغمبر اکرمؐ کے بچپن کے زمانے میں آپؐ کے سینہ مبارک کو چیڑ پھاڑ کر اندر سے دھویا گیا ہے!!

## شق صدر کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ

لغت کی مشہور کتاب "مصباح المنیر" میں آیا ہے کہ

"الشق بالفتح انفراج فی الشئی"

یعنی؛ کسی شئی کے کھل جانے کو شق کہتے ہیں۔

"اقرب الموارد" کے مطابق:

"شق الشئی شقا صدعه"

یعنی؛ کسی شئی کے شق ہونے سے مراد اُس چیز میں شگاف ڈالنا ہے۔

مولوی فیروز الدین فیروز اللغات میں شَق کے بارے میں لکھتے ہیں: پھٹا ہوا، شگاف پڑا ہوا، شگاف، دراڑ۔ اسی سے شَق القمر بھی ہے یعنی چاند کا پھٹ جانا۔

شَق الصدر کا اصطلاحی معنیٰ بھی یہی ہے یعنی؛ سینے کو کھولنا یا شگاف ڈالنا۔ اس سے مراد شَق الصدر کا واقعہ ہے۔ جو روایات کے مطابق پیغمبر اکرم ﷺ کے بچپن میں رونما ہوا تھا۔

اس سے پہلے کہ ہم اس قسم کی روایات پر عقل و نقل کی روشنی میں تبصرہ کریں ممتاز مؤرخین اور محدثین کی کتابوں سے اس قسم کی روایات کے چند نمونے یہاں نقل کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ "شق صدر" سے متعلق تمام روایات کتب اہل سنت میں نقل ہوئی ہیں، اگر کسی امامیہ کتاب میں اس قسم کی روایت نقل ہوئی بھی ہے تو وہ شاہد مثال یا بطور نقد و نظر کے نقل ہوئی ہے چونکہ کسی بھی شیعہ راوی اور محدث و سیرت نگار نے اس واقعہ کو اہمیت نہیں دی چونکہ یہ واقعہ انبیاء اور نبوت کے بارے میں شیعوں کے کلامی مبانی کے خلاف ہے۔

## کتب اہل سنت اور شق صدر کی روایات

شق صدر کا واقعہ بہت سے محدثین نے نقل کیا ہے۔ مثلاً صحیح مسلم نے اس کے بارے میں چند روایات نقل کی ہیں۔ کازرونی نے "المنتقی فی مولود المصطفیٰ" میں اور طبری نے تاریخ طبری میں۔(1)

اسی طرح تاریخ یعقوبی نے بھی اس واقعہ کو ذکر کیا ہے۔(2) دوسرے سیرت نگاروں نے یہ واقعہ لکھا ہے۔ ان میں سے چند ایک روایات کو یہاں نقل کیا جاتا ہے:

ابن ہشام نے اپنی کتاب میں یہ واقعہ اس طرح لکھا ہے:

"واستُرضعتُ فِی بَنِی سَعد بن بکر، فَبینا انا مع مملوئَةٍ ثلجاً، ثم اخذانی فشقّا بَطنِی، واستَخرَجا قَلبِی فَشَقّاهُ فَستَخرَجا مِنهُ عَلَقَة سَوداءَ فَطَرَحاهَا، ثُمَّ غَسَلاَ قَلبِی وَبَطنِی بِذَلِكَ الثَّلجِ حَتَّی اَنقیَا۔(3)

سیرت ابن ہشام کے اُردو مترجم نے یہ روایت "واقعہ شق صدر" کے عنوان سے یوں لکھی ہے:

"خدا کی قسم آپ کو اپنے ساتھ لے کر ہمارے آنے کے بعد آپ اپنے بھائی کے ساتھ ہماری بکریوں کے بچوں میں ہمارے گھر کے پیچھے ہی تھے کہ آپ کا بھائی ہانپتا کانپتا ہمارے پاس آیا اور مجھ سے اور اپنے باپ سے کہا میرا اجو قریشی بھائی ہے اس کو دو شخصوں نے جو سفید کپڑے پہنے ہوئے ہیں پکڑ لیا اور اس کو لٹا کر اس کا پیٹ چاک کر ڈالا اور اس کو مار رہے ہیں (انہوں نے) کہا (یہ سنتے ہی) میں اور آپ کے والد آپ کی طرف دوڑے تو ہم نے آپ کو اس حال میں کھڑا پایا کہ آپ کے چہرے کا رنگ سیاہ تھا میں نے آپ کو گلے لگایا اور آپ کے والد نے بھی آپ کو گلے لگایا۔ اور ہم نے آپؐ سے کہا: میرے پیارے بیٹے تجھے کیا ہوا۔ فرمایا: میرے پاس دو شخص جو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے آئے اور مجھے لٹا کر میرا پیٹ چاک کیا۔ اور اُنھوں نے اس میں کوئی چیز تلاش کی میں نہیں جانتا کہ وہ کیا تھی (انہوں نے) کہا کہ پھر ہم آپؐ کو لے کر اپنے ڈیروں کی طرف لوٹے۔(4)

صحیح مسلم میں یہ روایت اس طرح نقل ہوئی ہے:

"روی مسلم بن حجاج عن انس بن مالك ان رسول اللہ(ص) اتاہ جبرئیل و هو یلعب مع الغلمان فاخذہ و صرعه، فشق عن قلبه فاستخرج القلب فاستخرج منه علقة فقال: هذا حظ الشیطان منك، ثم غسله فی طست من ذهب بماء زمزم، ثم لامه ثم اعادہ فی مکانه۔

"جاء الغلمان یسعون الی امه۔ یعنی ظئرہ۔ فقالوا: ان محمدا قدقتل فاستقبلوہ وهو منتقع اللون، قال انس: وقد کنت اری اثر ذلك المخیط فی صدرہ"

یعنی؛ مسلم نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ ایک دن جب رسول خدا ﷺ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، جبرائیل اُن کے نزدیک آئے اور اُنھیں پکڑ کر زمین پر لٹا دیا اور آپؐ کا سینہ چاک کر کے اُس میں سے آپؐ کا دل نکال کر اُس میں سے ایک خون کا لوتھڑا نکال کر کہا یہ تم میں شیطان کا حصہ ہے، پھر آپؐ کے دل کو سونے کے ایک طشت میں رکھ کر آب زمزم سے دھویا اور پھر اُسے اُسی طرح اپنی جگہ رکھ کر سینہ بند کر دیا۔

بچے اپنی ماں کے پاس دوڑے ہوئے آئے اور ماں سے کہا: محمد قتل ہو گئے ہیں! وہ سب آپؐ کی طرف آئے تو آپ کو دیکھا کہ آپؐ کا رنگ اُڑا ہوا تھا! انس کہتے ہیں: میں نے آنحضرتؐ کے سینے میں ٹانکے لگے ہوئے دیکھے ہیں۔(5)

یہ قصہ تدریجاً روایات میں اسی طرح پھیلتا رہا یہاں تک کہ کہا جانے لگا: شق صدر کا واقعہ پیغمبر اکرمؐ کی زندگی میں چار پانچ بار رونما ہوا ہے، سب سے پہلے تین سال کی عمر میں (جیسا کہ آپ نے اوپر ملاحظہ کیا ہے) پھر دس سال کی عمر میں، پھر نبوت سے مبعوث ہونے کے وقت اور ایک بار واقعہ معراج کے وقت۔ اس سلسلے میں بعض عرب شعراء نے کچھ اشعار بھی کہے ہیں۔(6)

اسی طرح بعض مفسرین نے تو سورۂ انشراح میں آیہ مجیدہ

"الم نشرح لك صدرك"

کی تطبیق بھی اسی واقعہ پر کی ہے اور اسے اس کا شان نزول قرار دیا ہے۔(7)

## واقعہ "شق صدر" کے بارے میں علماء کی آراء

چونکہ پیغمبر اکرم ﷺ کے شق صدر سے متعلق روایات کا اصل منبع و ماخذ اہل سنت کی کتب ہیں اور اہل سنت راویوں اور علماء نے ہی انہیں نقل کیا ہے لہٰذا تمام علمائے اہل سنت نے اس واقعے کو قبول کیا ہے اور اسے رسول اللہ ﷺ کے کمالات میں سے شمار کیا ہے۔ اس لئے اہل سنت کے ایک عالم دین علامہ محمود ابوریہ کے علاوہ کسی نے بھی اس واقعے کے بارے میں کوئی تنقیدی رائے نہیں دی۔ لہٰذا مصری عالم دین محمود ابوریہ نے اپنی کتاب "اضوء علی السنة المحمدية او دفاع عن الحديث" میں اس واقعے کو جعلی قرار دیتے ہوئے اسے اسرائیلیات میں سے شمار کیا ہے۔(8)

اہل سنت علماء کے مقابلے میں شیعہ علماء میں سے کسی نے بھی شق صدر کی روایات پر اعتماد نہیں کیا۔ شیعہ علماء نے اس واقعہ کو عصمت رسولؐ کے خلاف سمجھتے ہوئے اس قسم کی روایات کو اسرئیلیات میں سے شمار کیا ہے۔ البتہ بعض علمائے شیعہ نے اس کو ایک قسم کی تمثیل اور تمثل جانتے اس واقعے کی عقلی توجیہ کرنے کی سعی کی ہے جو اس واقعہ میں موجود جزئیات کے ساتھ ہم آہنگ نہیں ہے۔ (9)

چونکہ اس واقعے سے متعلق روایات کثرت سے کتب حدیث وتاریخ میں نقل ہوئی ہیں جس کی وجہ سے اس نے ایک واقعیت کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ شاید اسی کثرت نقل کی وجہ سے بعض اخباری مزاج شیعہ محدثین اور علماء نے بھی اس واقعے کو حیرت انگیز واقعات کی بناء پر قبول کیا ہے، لیکن اس کی سند سے مطمئن نہیں ہوئے ہیں۔ جیسا کہ علامہ مجلسیؒ اس واقعے کے بارے میں لکھتے ہیں:

"پیغمبر اکرم ﷺ کے شق صدر کا واقعہ کہ جو آپؐ کے بچپن میں رونما ہوا ہے، اہل سنت کی روایات میں بطور مستفیض نقل ہوا ہے لیکن ہماری (شیعہ) روایات میں یہ واقعہ کسی قابل اعتماد سند کے ساتھ نقل نہیں ہوا، لیکن اس کی نفی بھی نقل نہیں ہوئی اور عقل بھی اس کے وقوع کی نفی نہیں کرتی لہٰذا ہم اس کی نفی اور اثبات میں توقف کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے اکثر سابقہ علماء نے اس واقعے پر اعتراضات کئے ہیں"۔ (10)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ مجلسیؒ اپنے اخباری خیالات اور روایات سے شدید لگاؤ کی وجہ سے کتب حدیث میں کثرت سے نقل ہونے والے اس واقعے کی نفی نہیں کر سکے۔ چونکہ اخباری مزاج عقل کے مقابلے میں نقل کو اہمیت دینے کا عادی ہے۔

## روایات شق صدر پر ہونے والے اعتراضات

علماء و محققین نے واقعہ شق صدر سے متعلق روایات پر جو تنقید کی ہے اس کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

### ا۔ شق صدر جیسی روایات کا اسرائیلیات میں سے ہونا

شق صدر ہی جیسی کچھ اور روایات بھی کتب حدیث میں نقل ہوئی ہیں کہ جو ظاہر کرتی ہیں کہ انسان اپنی پیدائش کے ساتھ ہی شیطان کے تسلط میں ہوتا ہے۔ انہی جیسی ایک روایت صحیح بخاری میں نقل ہوئی ہے:

مجھ سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں معید بن مسیب نے اور انہیں حضرت ابو ہریرہؓ نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اسے پیدا ہوتے ہیں چھوتا ہے، جس سے وہ بچہ چلاتا ہے، سوائے مریم اور ان کے بیٹے (عیسیٰؑ) کے پھر ابو ہریرہ نے کہا کہ اگر تمہارا جی چاہے تو یہ آیت پڑھ "انی اعیذبك وذریتها من شیطان الرجیم (آل عمران،۳۶) یہ کلمہ حضرت مریم کی ماں نے کہا تھا، اللہ نے ان کی دعا قبول کی اور مریم اور عیسیٰ کو شیطان کے ہاتھ لگانے سے بچالیا۔(11)

واقعہ شق صدر اور مذکورہ بالا روایات ہی ہیں کہ جو متعصب عیسائیوں کو مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کا موقع فراہم کرتی ہیں۔ وہ لوگ انہی روایات کو دلیل بنا کر کہتے ہیں کہ کوئی بھی انسان حتیٰ انبیائے کرام ÷ بھی معصوم نہیں ہیں اور لغزش وخطا کے خطرے سے دوچار ہیں، سوائے حضرت عیسیٰ اور اُن کی ماں حضرت مریمؑ کے۔ چونکہ وہ شیطان کے چھونے سے محفوظ رہے ہیں اور یہی بات اُن کے غیر معمولی ہونے کی دلیل ہے جس کی وجہ سے وہ ایک لاہوتی ہستیاں ہیں۔ اسی طرح شق صدر جیسی روایات بھی غیر مسلموں کو پیغمبر کی عصمت اور باطنی طہارت کے بارے میں شک وشبہ میں ڈال سکتی ہیں اور وہ اسلام و پیغمبر ﷺ کی حقانیت کے خلاف پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ شق صدر جیسی اسرائیلیات کے تاریخی سرچشمے کے بارے میں علامہ جعفر مرتضیٰ عاملی لکھتے ہیں:

"حقیقت میں یہ روایت زمانہ جاہلیت کے قصے کہانیوں سے لی گئی ہے جیسا کہ کتاب "اغانی" میں ایک قصہ نقل ہوا ہے کہ "اُمیہ بن ابی صلت" نے خواب میں دیکھا کہ دو پرندے آتے ہیں، ایک گھر کے دروازے پر بیٹھ جاتا ہے اور دوسرا اندر داخل ہو کر اُمیہ کا دل چیرتا ہے اور پھر اُسے دوبارہ وہیں لوٹا دیتا ہے۔ دوسرا پرندہ اُس پرندے سے کہتا ہے: کیا تو نے دریافت کر لیا ہے؟ وہ کہتا ہے: ہاں، پھر وہ پوچھتا ہے کیا اُس کا تزکیہ ہو گیا ہے؟ یہ پرندہ کہتا ہے: اس نے قبول نہیں کیا۔ پھر وہ اس کے دل کو اپنی جگہ رکھ دیتا ہے۔ اس کے بعد اُمیہ کے سینے کی چیر پھاڑ کا عمل چار بار دہرایا جاتا ہے"۔

لگتا ہے "اُمیہ بن ابی صلت" کے قصے جیسے بے بنیاد قصے اور "شیطان کے چھونے" جیسی جعلی روایات ہی نبی اکرم ﷺ کے بارے میں بھی شق صدر جیسی روایات گھڑنے کا باعث بنی ہیں۔(12)

## ۲۔ متن روایت کا ضعف

اس روایت کا متن بھی ضعیف ہے چونکہ ظن و گمان پر مشتمل ہے، چنانچہ اُستاد محمود ابوریہ اس بارے میں اپنے اُستاد شیخ محمد عبدہ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فهو من الأخبار الظنية لأنه من رواية الآحاد، ولما كان موضوعها عالم الغيب، والايمان بالغيب من قسم العقائد، وهي لايؤخذ فيها بالظن لقوله تعالىٰ: "ان الظن لايغنى من الحق شيئاً" كنا غير مكلفين الايمان بمضمون تلك الأحاديث فى عقائدنا"

"یہ روایت اخبار احاد میں سے ہے جو ظن و گمان پر مشتمل ہے اور خبر واحد ہے جبکہ اس کا موضوع عالم غیب ہے اور غیب پر ایمان عقائد میں سے ہے لہٰذا اس میں ظن و گمان صحیح نہیں چونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "گمان ہر گز انسان کو حق سے بے نیاز نہیں کرتا" (13)

بنابریں ہم اس روایت کے مضمون پر ایمان لانے کے مکلّف نہیں ہیں"۔ (14)

## ۳۔ مضمون روایات میں تعارض

واقعہ شق صدر کے بارے میں جو روایات نقل ہوئی ہیں، اُن کے مضمون میں واضح تعارض نظر آتا ہے ابن ہشام کے مطابق رسول اللہ ﷺ کو اپنی ماں کے سپرد کرنے کا سبب یہ تھا کہ جب حبشہ کے کچھ عیسائیوں نے آپؐ کو اپنی دائی کے ساتھ دیکھا تو آپؐ کے بارے میں دائی حلیمہ سے کچھ سوالات کئے اور آنحضرتؐ کا جائزہ لینے لگے اور دائی حلیمہ سے کہا: ہم اس بچے کو ملک حبش لے جاتے ہیں (یہ باتیں سن کر) حلیمہ ڈر گئیں اور اُنھوں نے آنحضرت ﷺ کو اُن ماں کو واپس کر دیا۔ (15)

جبکہ آگے چل کر ابن ہشام اور دوسرے مؤرخین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ دائی حلیمہ نے شق صدر کے واقعے کے بعد پیغمبر اکرم ﷺ کو اُن کی والدہ کے پاس بھیج دیا تھا چونکہ حلیمہ اور اُن کے شوہر ڈر گئے تھے کہ کہیں جنات پیغمبر اکرم ﷺ کو کوئی نقصان نہ پہنچادیں۔

"قال لى ابوه ياحليمة: لقد خشيت ان يكون هذا الغلام قد اصيب فالحقية باهله قبل ان يظهر به ذلك"۔ (16)

لہٰذا اُنھوں نے آپؐ کو اُن کی والدہ کے پاس بھیج دیا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کا سینہ چاک ہونے کی وجہ سے آپؐ کو ماں کے پاس واپس بھیج دیا گیا ہو؟ جبکہ بقول مؤرخین یہ واقعہ اُس وقت پیش آیا تھا جب پیغمبر اکرم ﷺ کی عمر مبارک دو یا تین سال تھی، لیکن متفق علیہ قول یہ ہے کہ آپؐ پانچ سال کے بعد اپنی والدہ ماجدہ کے پاس واپس لوٹے تھے۔ (17)

## ۴۔انسان میں منبع شر جسمانی ہے یا نفسانی؟

کیا یہ ممکن ہے کہ انسان کے جسم میں موجود قلب میں خون کی کوئی غدود انسان کے اندر شرارت و گمراہی کا منبع و سرچشمہ قرار پائے۔ جبکہ انسان کے اندر شرارت اور تقویٰ و پاکیزگی کا انسان کے دل و قلب سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق انسان کے نفس سے ہے۔ اس کے علاوہ ان روایات کے مطابق پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ یہ عمل (شق صدر) کئی بار انجام پایا ہے۔ نعوذ باللہ! تمام انبیاء کے سرادر نبی کو بار بار گمراہی و شر سے پاک کیا جارہا ہے؟! کیا یہ بات خود پیغمبر اکرم ﷺ کی توہین نہیں ہے اور عصمت پیغمبر کے خلاف نہیں ہے؟

## ۵۔کیا باطنی طہارت کے لئے جراحی کی ضرورت ہے؟

کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو برائی اور شر سے بچانے کے لئے اُس کے آپریشن اور جراحت و چیڑھ پھاڑ کا محتاج ہے۔ کیا انسان میں برائی و شر کا پہلو اُس کے جسم سے تعلق رکھتا ہے یا اس کے نفس سے؟ کیا انسان جھوٹ و فریب، حسد و تکبر جیسے گناہ اپنے نفس میں انجام دیتا ہے یا جسم کے ذریعے؟۔ ہر انسان جانتا ہے کہ ایسی روحانی بیماریوں کا علاج انسان کی روح اور نفس سے تعلق رکھتا ہے نہ اُس کی جسمانی چیڑھ پھاڑ سے۔

کیا ایک فرشتہ کہ جو مجرد مخلوق ہے اور مادہ اور مادیت سے منزہ ہے، ایسا کام لوگوں کی آنکھوں کے سامنے انجام دے سکتا ہے، وہ بھی اللہ کے عظیم المرتبہ نبی کے ساتھ کہ جو رحمۃ للعالمین بن کر آیا ہے۔ یہ ایسے سوالات ہیں جن کے مقابلے میں ان روایات کی کوئی عقلی توجیہہ نہیں کی جاسکتی۔

## ۶۔شیطان کا خدا کے مخلص بندوں پر عدم تسلط

کیا اس قسم کی روایات، قرآن کی اُن آیات کے ساتھ متعارض نہیں کہ جن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ شیطان میرے مخلص بندوں پر مسلط نہیں ہو سکتا؟ اگر ان روایات اور قرآن میں تعارض پیش آجائے تو ہمیں کس کو قبول کرنا چاہیے، قرآن کو یا ان روایات کو؟

اللہ تعالیٰ قرآن میں شیطان کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتا ہے:

"قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ۔ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ" (18)

یعنی؛ اس نے کہا: پروردگارا! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں مادی نعمتوں کو زمین میں ان (انسانوں) کی نگاہ میں مزین کروں گا اور ان سب کو گمراہ کروں گا سوائے تیرے مخلص بندوں کے۔

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ وَكَفَى بِرَبِّكَ وَكِيلًا" (19)

یعنی؛ (لیکن جان لے) تو ہر گز میرے بندوں پر تسلط حاصل نہیں کر سکے گا یہی کافی ہے کہ تیرا پروردگار ان کا محافظ و وکیل ہے۔

یہاں اُستاد محمود ابوریہ، یہ آیات ذکر کرنے کے بعد اس قسم کی روایات پر اعتماد کرنے والوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

"وکیف یدفعون الکتاب بالسنة، أو یعارضون المتواتر الذی یفید الیقین، بأحادیث الآحاد التی لاتفید إلا الظن؟!

"یہ لوگ کس طرح کتاب خدا کو سنت ظنیہ اور متواتر احادیث کہ جو یقینی ہیں کو اخبار احاد کہ جن سے فقط ظن و گمان حاصل ہوتا ہے، کے ذریعے ردّ کر دیتے ہیں"۔(20)

## ۷۔ روایات شق صدر کا عصمت پیغمبرؐ کے منافی ہونا

جیسا کہ انس نے نقل کیا ہے پیغمبر اکرم ﷺ کے سینے کو چیر پھاڑ کر آب زم زم سے دھویا گیا ہے۔ یہ بات اس لحاظ سے بھی ضعیف اور نا قابل اعتماد ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کا معصوم ہونا متفق علیہ ہے۔ تمام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ آپؐ ہر قسم کی شیطانی آلودگی سے پاک و پاکیزہ تھے اور شیطان کو آپؐ پر کسی قسم کا تسلط حاصل نہیں تھا۔ جیسا کہ شیخ محمد عبدہ کہتے ہیں:

"والحقق عندنا انه لیس للشیطان سلطان علی عباد الله المخلصین، وخیرهم الانبیاء والمرسلین (21)"

تاکہ آپؐ کے سینے کو چاک کر کے اُسے دھونے کی ضرورت پیش آتی۔

## ۸۔آنحضرتؐ کے سینہ مبارک پر ٹانکوں کے نشانات؟!

صحیح مسلم کی روایت میں انس بن مالک کے بقول:

قال انس: ''وقد کنت اری اثر ذلك فی صدرہ''

یعنی؛انس کہتے ہیں: میں نے آنحضرتؐ کے سینے میں ٹانکے لگے ہوئے دیکھے ہیں۔

حضرت انس نے یہ نشانات کب دیکھے ہیں: پیغمبرؐ کے بچپن میں یا آپؐ کی حیات مبارکہ کے آخری ایام میں؟کیا حضرت انس نے ہی یہ نشانات دیکھے ہیں یا دوسرے صحابہؓ نے بھی دیکھے ہیں؟اگر دیکھے ہیں تو دوسروں نے اس کے بارے اظہار کیوں نہیں فرمایا؟ یہ وہ سوالات ہیں کہ جو سیرت اور حیات النبیؐ کے مطالعہ کرنے والوں کے لئے تشنہ تحقیق ہیں۔

### نتیجہ:

پس شق صدر کی روایات قرآن کے ساتھ بھی تعارض رکھتی ہیں اور مسلمانوں کے متفق علیہ اعتقادات کے بھی خلاف ہیں اور عام عقل بھی انہیں تسلیم نہیں کرتی۔ جس کی وجہ سے انہیں قبول نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لئے بعض محققین(22)کے نزدیک یہ روایات عیسائیوں اور اہل کلیسا کی جعل کی ہوئی ہیں اور ان کا شمار اسرائیلیات میں ہوتا ہے۔اس بات کی تائید اُن روایات سے بھی ہوتی ہے کہ جو صحیح مسلم و صحیح بخاری میں آئی ہیں کہ سوائے حضرت عیسی ۔کے تمام اولاد آدم اپنی پیدائش کے وقت سے ہی شیطان کے تسلط و نفوذ کا شکار ہو جاتی ہے اور اسی لئے بچہ روتا اور چیختا ہے۔ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم علیہ السلام تھے کہ جو پردے اور حجاب میں ہونے کی وجہ سے شیطان کے چھونے سے محفوظ رہے ہیں۔

حوالہ جات

*****

# حوالہ جات


1۔تاریخ طبری، جلد دوم، حصہ اول، دارالاشاعت، کراچی، طبع ۲۰۰۳ء

2۔تاریخ یعقوبی، ص ۲۲۲(اُردو)

3۔السیرۃالنبویۃلابن ہشام، ج۱، ص۱۶۸(ولادتہ رسول اللہ ورضاعتہ)

4۔سیرت ابن ہشام، جلد اول، ص۱۴۸۔ مترجم مولوی قطب الدین احمد صاحب محمودی

5۔ صحیح مسلم، ج۱، کتاب الایمان، ح ۴۱۳

6۔الصحیح من السیرۃالنبی، ج۱، ص ۸۳

7۔ تفسیر مفاتیح الغیب فخر رازی، ج ۳۲، ص ۲

8۔اضوء علی السنۃالمحمدیۃاودفاع عن الحدیث، ص۱۸۶

9۔سیری در صحیحین، ص۲۴۶

10۔بحار الانوار، ج۱۶، ص۱۴۰

11۔ صحیح بخاری، ج۶، ص۱۱۵ح۴۵۴۸، ترجمہ مولانا محمد داؤد راز

12۔الصحیح فی سیرۃالنبی، ج۱، ص۸۸

13۔سورہ نجم، ۲۸

14۔اضوء علی السنۃالمحمدیۃاودفاع عن الحدیث، ص۸۸

15۔سیرۃابن ہشام، ج۱، ص۱۷۷

16۔سیرۃابن ہشام، ج۱، ص ۱۷۴، سیرۃ حلبی، ج۱، ص ۱۶۶

17۔الصحیح مین سیرۃالنبی، ج۱، ص۸۹

18۔سورۃحجر، ۴۰،۳۹

19۔سورۃاسراء، ۶۵

20۔اضوء علی السنۃالمحمدیۃ، ص۱۸۸

21۔اضوء علی السنۃالمحمدیۃ، ص۱۸۸

22۔اضوء علی السنۃالمحمدیۃ، ص۱۸۸،الصحیح مین سیرۃالنبی، ج۱، ص۸۹۔

## منابع


۱۔السیرۃالنبویۃلابن ہشام، (۱۔۴)، دارالمعرفۃ، بیروت لبنان الطبعۃالاولی ۱۴۲۱ھ

۲۔ صحیح مسلم، ترجمہ علامہ وحید الزمان، ناشر خالد احسان پبلشرز، لاہور، اگست ۲۰۰۴ء

۳۔ صحیح بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری ترجمہ مولانا محمد داؤد راز، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، اشاعت ۲۰۰۴ء

۴۔الصحیح من سیرۃالنبی الاعظمؐ، جعفر مرتضیٰ عاملی، قم المقدسۃ، ۱۴۰۳ھ ق۔

۵۔اضوء علی السنۃالمحمدیۃاودفاع عن الحدیث، محمود ابوریہ، موسسۃالاعلمی

للمطبوعات، بیروت، لبنان، الطبعۃالخامسۃ

۶۔سیری در صحیحین، محمد صادق نجمی، قم

۷۔تاریخ یعقوبی، احمد بن ابی یعقوب ابن واضح یعقوبی، ترجمہ ثاقب اکبر، البصیرہ پبلیکیشنز اسلام آباد، طباعت اول، دسمبر ۲۰۱۰ء

۸۔تاریخ طبری، محمد بن جریر طبری، دارالاشاعت، کراچی، طبع ۲۰۰۳ء

۹۔ تفسیر مفاتیح الغیب، فخر الدین رازی،

۱۰۔بحار الانوار، العلامۃ محمد باقر المجلسی، مؤسسۃالوفائ، بیروت، الطبعۃالثالثۃ، ۱۴۰۳ھ

# اصلاح معاشرہ سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں

روشن علی*

آپؐ کی بعثت سے پہلے دنیا میں بالخصوص عرب معاشرہ میں باہمی مخاصمت و معاندت کی آندھیاں چل رہی تھیں، آئے دن کینہ توزی اور فساد انگیزی کے جھگڑے اور ظلم و ستم کے تیر چلتے رہتے تھے، طاقتور کمزوروں کی عزت سے کھیلنا ایک مشغلہ سمجھتے تھے۔ حرمتوں اور عصمتوں کا تاخت و تاراج تو گویا عربوں کے نزدیک ایک کھیل تماشا بن چکا تھا، قتل و غارتگری ان کی گھٹی میں پڑی تھی۔ تہذیب و تمدن سے وہ قطعاً نابلد تھے، جو جی میں آتا کئے جاتے تھے اور شرافت کا کہیں نام و نشان تک نہیں تھا، نہ بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے میں ان کا دل جلتا تھا اور نہ ماؤں کو اپنے نکاح میں لاتے وقت ان کا دل غیرت کھاتا تھا، جس بات پر اڑ جاتے جہالت کے باعث پھر اس سے نہ ہٹتے خواہ انسانی لاشوں کے ڈھیر ہی کیوں نہ لگ جاتے۔ چھوٹے چھوٹے جھگڑے اور باہمی تنازعات ہولے ہولے گھمبیر اور ہولناک دشمنیوں میں تبدیل ہو جاتے تھے اور پھر قتل و غارت کا ختم نہ ہونے والا یہ سلسلہ مالی و جانی تباہی و بربادی پر منتج ہوتا تھا۔ ان کی اس حالت نے معاشرے کا آرام وسکون چھین لیا تھا۔ عین اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپؐ معاشرے کو ان تمام برائیوں سے نکال کر راہ راست پر لائے۔ جس کی گواہی قرآن کریم نے اس طرح دی:

"كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا۔" (1)

ترجمہ: "تم آگ کے دہانے پر پہنچ چکے تھے تو اللہ نے تمہیں اس میں گرنے سے بچالیا۔"

---

*۔اسسٹنٹ پروفیسر اسلام آباد، ماڈل کالج فار بوائز، ایف 10/3، اسلام آباد

## ایمان کی دعوت

اصلاح معاشرہ کے لیے آپؐ نے سب سے پہلے ان لوگوں کو کوہِ صفا پر اکٹھا کیا اور اپنے حُسن اخلاق اور صداقت و امانتداری کا اقرار لیا اور اس کے بعد انہیں مخاطب ہو کر کہا'' اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بہت بڑا لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنے کے لیے آرہا ہے تو کیا تم مجھ پر اعتماد کروگے؟''سب نے کہا: ''ہاں کیوں نہیں، ہم نے ہمیشہ آپؐ کو سچ بولتے پایا ہے'' یہ جواب تمام مجمع کی طرف سے بالاتفاق دیا گیا تھا۔ اس کے بعد پھر آپؐ نے فرمایا: '' تو پھر میں کہتا ہوں کہ خدا پر ایمان لے لاؤ'' **قولوا لااله الا الله تفلحوا**'': کہو لا الہ الا اللہ تو کامیاب ہو جاؤگے۔''

یہاں پر اصلاح معاشرہ کے لیے آپؐ نے سب سے پہلے اپنے کردار کو پیش کیا، کیونکہ باتیں کتنی ہی دلآویز اور پر کشش کیوں نہ ہوں وہ سامعین کو ہرگز متاثر نہیں کر سکتیں جب تک قائل کا عمل اس کے قول کی تصدیق نہ کرے۔ محض خالی باتوں سے اصلاح معاشرہ کا عمل پروان نہیں چڑھ سکتا۔ اسی لیے خدا نے کہا ہے کہ:

''لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ۔''(2)

یعنی: ''تم کیوں کہتے ہو جو تم خود نہیں کرتے۔''

یعنی جو کام تم خود انجام نہیں دیتے ہو اس کام کا حکم دوسرے لوگوں کو دیتے ہو لہٰذا یہ منافقانہ فعل ہے جو خدا کی ناراضگی کا باعث بنتا ہے۔ اسی آیت کریمہ کے ساتھ تیسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

''كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ''

یعنی: '' اللہ کے نزدیک یہ بات سخت ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ بات کہو جو کرتے نہیں ہو۔''

لہٰذا آپؐ نے سب سے پہلے اپنے عمل کو پیش کیا۔ صادق اور امین کا لقب پایا اس کے بعد عملی میدان میں دعوت دین اور اصلاح کا کام شروع کیا۔ آپؐ کی پوری زندگی قرآن کریم کی عملی تفسیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اس امر کی تصدیق کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

''كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۔''(3)

ترجمہ: ''جس طرح ہم نے تم میں تمہیں سے رسول بھیجا جو ہماری آیاتیں تمہارے سامنے تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور وہ چیزیں سکھاتا ہے جس سے تم بے علم تھے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے اپنے رسولؐ کے چار فرائض بتائے ہیں :

**اول:** یہ کہ وہ اللہ کی آیات کی تلاوت کرتا ہے، یعنی؛ اللہ تعالیٰ نے جو احکامات تمہاری بہتری کے لیے بھیجی ہیں وہ سب کے سب تمہیں بتاتا ہے تاکہ تم راہ راست پر آجاؤ جس سے تمہاری اور تمہارے معاشرے کی اصلاح ہوتی ہے اور تم امن و سکون کے ساتھ رہو اور تمہیں دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل ہو۔

**دوم:** تمہارا تزکیہ نفس کرتا ہے یعنی؛ تمہیں فکری و عملی خبائث سے پاک کرکے ارتقائی منازل کی طرف لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کا تعلق فکری، عملی، ظاہری، باطنی، مادی، عقلی، جسمانی، روحانی، انفرادی، اجتماعی، اور سماجی امور سے ہوگا تاکہ ان تمام میدانوں میں انسانوں کو اخلاقی ااور انسانی اقدار کا مالک بنایا جائے اور ان کے ظاہر و باطن کو سدھاراا ور سنوارا جائے، جس سے انسان کو حیات ابدی مل جاتی ہے۔

**سوم و چہارم:** حکمت وکتاب کی تعلیم دیتا ہے: پہلے دو مرحلوں میں اجمالی اور کلی طور پر اسلامی احکام کی تبلیغ اور اسلامی معاشرے کے افراد کا تزکیہ نفس کرکے شرعی احکام کے نفاذ کا راستہ ہموار کیا گیا تاکہ لوگوں کو اس قابل بنادیا جائے کہ علوم قرآن کے امین بن جائیں۔ اس کے بعد تعلیم کتاب عنایت فرمائی تاکہ اس کتاب کو جو اللہ کی طرف سے انسان کی زندگی کا دستور ہے سمجھ کر اپنی زندگی گزاریں اور معاشرہ کو پاکیزہ بنائیں۔

## معاشرہ کو تاریکی سے نور کی طرف لانا

آپؐ نے معاشرہ کے افراد کو جو روحانی بیماریوں میں مبتلا تھے، ایسا پاک و پاکیزہ بنایا جس کی آج تک مثال نہیں ملتی۔ آپؐ کی تعلیمات کے نتیجے میں امیر و غریب کا فرق مٹ گیا اور تمام انسانوں کو ایک ہی صف میں کھڑے نظر آنے لگے۔ وہی افراد جو کل بدو اور جاہل شمار کئے جاتے تھے، شرک و بت پرستی ان کی

رگ رگ میں موجود تھی اور قتل و غارت کا بازار گرم تھا وہ آپؐ کی بدولت موحد، عالم اور امین بن چکے تھے، کیونکہ اللہ تعالی نے آپؐ کو اسی مقصد کی خاطر بھیجا اور آپؐ انہیں تاریکی سے نکال کر نور کی طرف لائے، جس کی گواہی قرآن میں اس طرح دی گئی ہے:۔

"الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ۔" (4)

ترجمہ: "الف لام را ! یہ عالی شان کتاب ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے کہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف لائیں، ان کے پروردگار کے حکم سے، زبردست اور تعریفوں والے اللہ کی طرف۔"

## معاشرے کا تزکیہ اور تعلیم

اللہ تعالی نے آپؐ کو ایسے معاشرے میں بھیجا جو جہالت اور گمراہی میں پڑا ہوا تھا تاکہ آپؐ اسے اپنے عمل و کردار کے ذریعے انہیں پاکیزہ بنا کر کتاب و حکمت کی تعلیم دیں:۔

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔" (5)

ترجمہ: "بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ انہیں میں سے ایک رسول ان میں بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے یقینا یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔"

اسی طرح آپؐ کے فرائض منصبی کا ذکر ایک اور آیت کریمہ میں اس طرح بیان ہوا ہے:۔

"هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔" (6)

ترجمہ: "وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ یقینا یہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔"

ان دونوں آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کے اصلاح معاشرہ کے عملی اقدام کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آپؐ نے سب سے پہلے انسانوں پر اللہ کی کتاب کی تلاوت کی اور اس کے ساتھ اپنے عمل کے ذریعے ان کا تزکیہ کیا اور کتاب و حکمت کی تعلیم دی تاکہ لوگ اللہ کے پیغام کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں۔

## اصلاحِ معاشرہ کی فکر

آپؐ پر ہر طرف سے مصائب کی بارشیں ہو رہی ہیں، کہیں طائف میں مصائب کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے اور آپؐ کے جسم سے خون جاری ہو رہا تھا، تو کہیں مکہ کی گلیوں میں آپؐ پر سجدے کی حالت میں اوجھڑی پھینکی جاتی تھی تو کہیں راستے میں کانٹے بچھائے جاتے تھے۔ اہل قریش کے ترکش میں جتنے تیر ستم تھے وہ چل چکے تھے، لیکن آپؐ کی زبان مبارک پر بددعا کی بجائے دعا کے الفاظ جاری تھے کہ خدایا! یہ قوم مجھے پہچانتی نہیں اور نادانی کی بنا پر ظلم و ستم روا رکھے ہوئے ہے لہٰذا تو اسے ہدایت دے تاکہ مجھے پہچانیں۔ آپؐ نے ان کے اصلاح کی فکر میں اس حد تک پہنچ گئے کہ کہیں آپؐ کی جان کو خطرہ نہ لاحق ہو جائے بالآخر خدا کو کہنا پڑا کہ:

"فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا" (7)

پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ ان کے پیچھے اس رنج میں اپنی جان ہلاک کر ڈالیں گے۔ اس کا مقصد یہ کہ آپؐ کو ان جاہلوں اور گمراہوں کی اس قدر فکر تھی کہ آپؐ اپنی جان کی پرواہ تک نہیں کرتے تھے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر بھی ارشاد رب العزت ہے کہ:

"لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔" (8)

ان کے ایمان نہ لانے پر شاید آپ تو اپنی جان کھو دیں گے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ:

"وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ۔" (9)

ترجمہ: " اور ان (کے ایمان نہ لانے) پر غمگین نہ ہوں اور نہ ہی ان کی مکاریوں سے تنگ ہوں۔"

تمام عالم انسانیت کی اصلاح کی فکر کے سلسلے میں آپؐ کی حالت یہ تھی کہ جس کی عکاسی قرآن نے کی ہے، دنیا میں اور کوئی ایسا فرد نہیں ملے گا کہ جس کو معاشرہ کے اصلاح کی اس حد تک فکر ہو۔

## اسلامی معاشرے میں بھائی چارے کا قیام

آپؐ سے پہلے معاشری منتشر تھے نہ ان میں اتفاق تھا نہ اتحاد اور نہ ہی مساوات و برابری تھی۔ جب آپؐ نے اصلاح کا بیڑا اُٹھایا تو دشمنیاں، دوستیوں میں بدل گئیں، انتشار و تفرقے اتفاق و اتحاد میں بدل گئے اور سارے معاشرے میں بھائی چارہ قائم ہو گیا۔ جس کی گواہی قرآن کریم نے اس طرح دی ہے۔

"وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۝ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔" (10)

ترجمہ: " اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے، اور تم آگ کے گھڑے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لئے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔"

اسی طرح آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ:

"المسلم اخو المسلم هو عينه و مرأته و دليله لا يخونه و لا يخدعه ولا يظلمه ولا يكذبه ولا يغتابه"۔(11)

ترجمہ: "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اس کی آنکھ ہے، اس کا آئینہ ہے، اس کا رہنماء ہے، وہ اس سے خیانت نہ کرے اور نہ اسے دھوکا دے، نہ اس پر ظلم کرے، نہ اس پر جھوٹ بولے اور نہ ہی

اسی کی غیبت کرے۔آپؐ نے تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ تمام زندگی کے معاملات میں تسبیح کے دانوں کی طرح پرو دیا اور ان سب کو ایک جسم کی مانند بنا دیا۔"

اسی طرح ایک اور حدیث میں فرمایا کہ:

"المومن اخو المومن کالجسد الواحد، ان اشتکی شیئا منه وجد الم ذالك فی سائر جسده" (12)

ترجمہ: "مومن مومن کا بھائی ہے ایک جسم کی مانند اگر جسم کے کسی حصہ میں کوئی تکلیف ہو تو جسم کے تمام اعضاء اس تکلیف کو محسوس کرتے ہیں (اسی طرح ایک مومن کی تکلیف تمام کی تکلیف ہوتی ہے)"

آپؐ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے بعد تمام مسلمانوں میں عملی طور پر مواخاۃ (بھائی چارے) کا رشتہ قائم کر دیا اور دو دو افراد کو آپس میں بھائی بنایا، اس طرح کی اُخوت و بھائی چارے کی مثال دنیا کے کسی بھی دین، مذہب و فلسفہ میں نہیں ملتی۔ ایثار و قربانی کا یہ مقام تھا کہ انصار نے مہاجرین کو اپنی جائداد میں حصہ دیا اور ان کو اپنے گھروں میں ٹھہرایا اس وقت تک جب ان کی حالت بہتر نہیں ہو گئی۔

## مسلم معاشرہ کو معتدل معاشرہ بنا دیا

آپؐ نے جیسے ہی معاشرہ کی اصلاح شروع کی تو اس میں ہر قسم کے لوگ داخل ہوتے گئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو امت وسط بنا دیا:

"کَذٰلِكَ اُمَّةً وَّسَطاً لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ۔(13)

ترجمہ: "اسی طرح ہم نے تمہیں معتدل امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔"

یہاں پر امتِ وسط یعنی؛ معتدل امت کا لفظ استعمال ہوا ہے، یہ بولنے اور لکھنے میں تو ایک لفظ ہے، لیکن حقیقت میں کسی قوم یا کسی شخص میں جتنے کمالات اس دنیا میں ہو سکتے ہیں ان سب کے لیے حاوی اور جامع ہے۔ بالفاظ دیگر ایسا عظیم معاشرہ آپؐ نے بنا دیا، جس میں تمام کمالات اور خوبیاں موجود تھیں جن کی بدولت یہ معاشرہ دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب ہوگا۔ (اللہ کے رسولؐ نے یقیناً ایسے ہی معاشرے کو

وجود دیا تھا، لیکن آہستہ آہستہ یہ معاشرہ اپنے ہادیانِ برحق کی مخالفت کرتا گیا اور اپنے اصلی محور سے نکل کر بے راہ ہو گیا۔)

اس آیت میں امت محمدیہ کو امت وسط فرما کر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ انسانیت کا جوہرِ شرافت وفضیلت ان میں بدرجہ کمال موجود ہے اور جس غرض کے لیے آسمان وزمین کا سارا نظام وجود میں آیا ہے اور جس کے لیے انبیاء علیہم السلام اور آسمانی کتابیں بھیجی گئی ہیں، یہ امت (مسلم معاشرہ) اس لحاظ سے ساری اُمتوں سے ممتاز اور افضل ہے۔ چونکہ اس امت کی اصلاح کرنے والا سید الانبیاء اور سید المرسلین ہے (جس کا مربی ایسا ہو یقینا اُمت و معاشرہ بھی ایسا ہی ہو گا) اور یہی اُمت دوسری اُمتوں کی ہادی بن گئی۔ جس کی گواہی قرآن کریم نے ان الفاظ میں کی ہے کہ:

"وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ"۔(14)

ترجمہ: "ان لوگوں میں جن کو ہم نے پیدا کیا ہے ایک ایسی امت ہے جو حق کی طرف ہدایت کرتی ہے اور اس کے موافق عدل وانصاف کرتی ہے۔"

(یہاں پر اس اُمت میں سے مخصوص افراد ہیں جو اس مقام ومنزل کے اہل ہیں اور انہی کی وجہ سے معاشرہ کی اصلاح ہوتی ہے اور وہی افراد ہادیانِ امت ہیں جو آلِ محمدؐ ہی ہیں ان کے علاوہ کوئی اس منصب کا اہل نہیں ہے) اس میں اُمت محمدیہؐ کے روحانی و اخلاقی اعتدال کو واضح فرمایا ہے کہ وہ اپنے ذاتی مفادات اور خواہشات کو چھوڑ کر آسمانی ہدایت کے مطابق خود بھی عمل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی چلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر ان کے درمیان کسی معاملہ میں اختلاف ہو جاتا ہے تو وہ اسے اللہ کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق حل کرتے ہیں۔ جس میں کسی قوم یا شخص کے ناجائز مفاد کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔

آپؐ کی ان کاوشوں سے نہ صرف معاشرہ کی اصلاح ہوئی بلکہ وہ معاشرہ ایک بہترین اور مثالی معاشرہ بن گیا، اب دنیا کے دوسرے افرادِ معاشرہ کی اصلاح کرنا بھی اسی اُمت کی ذمہ داری ہے:۔

"كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللهِ۔" (15)

ترجمہ: "تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں کی (ہدایت کے) لیے پیدا کی گئی ہے، تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔"

## تمام عالم کو یک جا جمع کرنا اور ان کی اصلاح کرنا

اس دنیا میں رہنے والے تمام انسان چاہے مختلف المذاہب ہی کیوں نہ ہوں یا ایک دین کے ماننے والے ہوں یا بے دین ہوں، تمام لوگ ایک ہی مرکز پر جمع ہو سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ تمام لوگ بحیثیت انسان ایک ہیں، انسانیت کے لحاظ سے ان میں کوئی فرق نہیں ہے لہٰذا وہ انسانیت کے ناطے ایک ہی مرکز پر جمع ہو سکتے ہیں۔ اسلام ہی وہ دین ہے جس نے تمام لوگوں کے لیے حقوق مقرر کئے ہیں، چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم اور اسلام ان سبکے ساتھ عدل وانصاف کرنے کا حکم دیتا ہے:۔

''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔'' (16)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ کے لیے بھرپور قیام کرنے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہاری بے انصافی کا سبب نہ بنے (ہر حال میں) عدل کرو! یہی تقوی کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔''

حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشترؓ کو جب مصر کا گورنر بنایا تو ان کو حکومت چلانے کا ایک دستور دیا تھا، جس میں انہیں فرمایا کہ دیکھو! جن لوگوں کی طرف میں تمہیں گورنر بنا کر بھیج رہا ہوں:

''فانهم صنفان اما اخ لك فی الدین اونظیر لك فی الخلق، یفرط منهم الزلل، و تعرض لهم العلل و یؤتی علیٰ ایدیهم فی العمد والخطأ، فاطهم من عفوك و صفحك مثل الذی تحب و ترضی ان یعطیك الله من عفوه و صفحه۔'' (17)

ترجمہ: '' ان لوگوں کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو تمہارے دینی بھائی (مسلمان) ہیں اور دوسرے وہ جو تمہاری طرح کی مخلوق (غیر مسلم) ہیں۔ جن سے لغزشیں بھی ہو جاتی ہیں اور انہیں خطاؤں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور جان بوجھ کر یا دھوکہ سے ان سے غلطیاں بھی ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا انہیں ویسے ہی معاف کر دینا، جس طرح تم چاہتے ہو کہ پروردگار تمہاری غلطیوں سے درگذر کرے۔''

یہ اسلامی نظام کا امتیازی نکتہ ہے کہ اس میں مذہبی تعصب سے کام نہیں لیا جاتا، بلکہ ہر شخص کو برابر کے حقوق دیئے جاتے ہیں۔ مسلمان کا احترام اس کے اسلام کی بناپر ہے اور غیر مسلم کا احترام ان کے انسان ہونے کے ناطے ہے۔ لہٰذا اسلام ایک ایسا عظیم دین ہے جو تمام انسانوں کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے اور تمام انسانوں کو ایک ہی مرکز پر جمع کرتا ہے۔ اہل کتاب کو، جو اسلام کو نہیں مانتے اور آپؐ کی رسالت کا اقرار نہیں کرتے، انہیں اتحاد و یکجہتی کی دعوت دیتا ہے، جیسا کہ قرآن کریم کی:

”قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔“ (18)

ترجمہ: ”کہہ دیجیے: اے اہل کتاب! اس کلمہ کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے، وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ بنائیں اور اللہ کے سوا آپس میں ایک دوسرے کو اپنا رب نہ بنائیں پس اگر نہ مانیں تو ان سے کہہ دیجیے: گواہ رہنا ہم تو مسلمان ہیں۔

اس آیہ کریمہ میں تمام اہل کتاب کو، چاہے وہ یہودی ہوں یا نصرانی ہوں، اتحاد و یکجہتی کی دعوت دی جا رہی ہے۔ اس اتحاد کی بنیاد عقیدہ توحید ہے۔

اہل کتاب کے ساتھ وحدت کی روح اور مرکز، توحید خداوندی ہے کہ وہ بھی مسلمانوں کی طرح خدا کو وحدہ لاشریک مانتے ہیں۔ مسلمانوں کے درمیان اتحاد و یکجہتی کی روح خود اسلام ہے، تمام مسلمان اسلام کی بناپر آپس میں بھائی بھائی ہیں اور وہ لوگ جو نہ مسلمان ہیں اور نہ اہل کتاب ہیں ان کے ساتھ اتحاد، انسانیت کی بناپر ہے کہ تمام انسان بحیثیت انسان برابر ہیں۔ لہٰذا اسلام تمام انسانوں کو برابر سمجھتا ہے اور مسلمانوں کو تمام انسانوں کے حقوق کا خیال رکھنے اور ان کی عزت اور مال و جان کی حفاظت کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اسی طرح آپؐ کی ایک حدیث میں ارشاد ہے:

”المسلم من سلم الناس من لسانه ويده۔“ (19)

ترجمہ: ”مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے تمام انسان محفوظ ہوں۔“

لہٰذا وہ دین جس میں تمام انسانوں کی جان و مال اور عزت کی حفاظت کی اتنی تاکید ہو۔ حتیٰ جس میں اس شخص کو اپنے دین میں داخل ہونے ہی نہیں دیا جاتا ہو جس سے دوسرے لوگ محفوظ نہ ہوں تو ایسا دین ہی تمام لوگوں کو ساتھ لے کر چلنے والا دین ہے۔

نتیجہ یہ کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو تمام انسانوں کے ساتھ اتحاد و یکجہتی کی دعوت دیتا ہے جیسا کہ اس دستور میں بیان ہوا ہے۔ جب تمام انسان ایک ہو جائیں گے تو یہ دنیا امن وامان اور سکون و اطمینان کا گھوارہ بن جائے گی جس میں شیر اور بکری ایک برتن میں پانی پیئں گے۔

کیونکہ تمام انسانوں کو اپنے اپنے حقوق مل جائیں گے تو اختلاف کس چیز کا ہوگا، نہ لڑائی جھگڑا ہوگا اور نہ ہی خون و خرابہ ،لہٰذا ہر طرف امن و امان ہو گا۔ کاش کہ اس دور کے مسلمان اسلام کی تعلیمات سے آگاہی حاصل کرتے اور اس کی گہرائیوں کی طرف متوجہ ہوتے تو آج دنیا میں قتل و غارت، فتنہ و فساد نہ ہوتا ہر انسان کو اس کے جائز حقوق مل جاتے اور معاشرے سے بدامنی ختم ہو کر امن و امان قائم ہو جاتا۔

اس اتحاد و یکجہتی کا عملی ثبوت ہمیں میثاق مدینہ میں نظر آتا ہے جس میں تمام قبائل مختلف مذاہب اور عقائد کے باوجود ایک شہری ہونے کے ناطے متحد و متفق ہو جاتے ہیں، یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک معجزہ تھا، جس کی گواہی قرآن کریم نے اس طرح دی ہے:

''اَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَا اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۔'' (20)

ترجمہ: ''اور اللہ نے ان کے دلوں میں الفت پیدا کی ہے۔ آپ روئے زمین کی ساری دولت خرچ کرتے تو بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہیں کر سکتے تھے، لیکن اللہ نے ان (کے دلوں) کو جوڑ دیا، یقیناً اللہ بڑا غالب آنے والا حکمت والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں بتا دیا گیا ہے کہ مسلمان اسی صورت معاشرے کی اصلاح کا عَلم بلند کر سکتے ہیں، جب وہ متفق اور متحد ہوں اور بقدر اتفاق و اتحاد ہی ان کی قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔ باہمی اتحاد و یگانگت کے رشتے قوی ہوں تو پوری جماعت قوی ہو جاتی ہے اور اگر یہ رشتے ڈھیلے پڑ جائیں تو پوری جماعت ڈھیلی اور

کمزور ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالی کی طرف سے یہ ایک خصوصی انعام تھا، جس کے ذریعے ان کے دلوں میں مکمل وحدت و الفت پیدا کر دی گئی۔

مدینہ میں نئی قائم ہونے والی اسلامی ریاست کی بقاء اور دشمنوں پر غالب آنے کا حقیقی اور معنوی سبب تو اللہ تعالی کی نصرت اور امداد تھی جو اس آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے اور ظاہری سبب مسلمانوں کی آپس میں اُلفت و محبت اور اتفاق و اتحاد تھا۔ جیسا کہ آپؐ کی ایک حدیث مبارکہ میں ہے: ''ید اللہ علی الجماعۃ'' (21) یعنی: ''اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔''

اس حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ کی امداد اسی صورت میں ممکن ہوتی ہے جب لوگوں کے درمیان اتحاد و اتفاق ہو۔ اسی طرح حضرت علی علیہ السلام کا نہج البلاغہ میں ارشاد ہے:۔

''فالزموہ والزَموا السّواد الاعظم فاِنَّ یدَاللہِ علی الجماعۃ و ایّاکم و الفرقۃ فاِنّ الشّاذ من النّاسِ للشّیطانِ کما انّ الشّاذ منَ الغنمِ للذئبِ۔'' (22)

ترجمہ: ''تم اسی راہ پر جمے رہو اور اسی بڑے گروہ (حق) کے ساتھ شامل ہو جاؤ کیونکہ اللہ کا ہاتھ جماعت (اتفاق و اتحاد رکھنے والوں) پر ہے۔ اور تفرقہ و انتشار سے باز آجاؤ، اس لیے کہ جماعت سے الگ ہو جانے والا شیطان کے حصے میں چلا جاتا ہے، جس طرح ریوڑ سے جدا ہونے والی بھیڑ، بھیڑیئے کی گرفت میں آجاتی ہے۔''

*****

## حوالہ جات

---

1۔ سورۃ آل عمران: ۱۰۳

2۔ سورۃ الصّف: ۲

3۔ سورۃ البقرہ : ۱۵۱

4۔ سورۃ ابراہیم : ۱

5۔ سورۃ آل عمران : ۱۶۴

6۔ سورۃ الجمعۃ : ۲

7۔ سورۃ الکہف ۱۸ : ۶

8۔ سورۃ الشعراء ۳ : ۲۶

9۔ سورۃ النحل : ۱۲۷

10۔ سورہ آل عمران ۳ : ۱۰۳

11۔ محمد یعقوب کلینی الکافی، ج ۲، ص ۱۶۶، ناشر دار لکتب الاسلامیہ۔ آخوندی، طبع ثالث، سن ۱۳۸۸ھ

12۔ الکافی، ج ۲، ص ۱۶۵

13۔ سورہ البقرہ ۱۴۳ : ۲

14۔ سورہ اعراف : ۱۸۱

15۔ سورہ آل عمران ۱۱۰ : ۳

16۔ القرآن، سورۂ المائدہ : ۸

17۔ نہج البلاغہ، مکتوب ۵۳ شارح شیخ محمد عبدہ، طبع بیروت

18۔ سورہ آل عمران : آیت ۶۴

19۔ الشیخ الصدوق ابو جعفر محمد ابن علی بابویہ قمی، علل الشرائع، ص ۵۲۳ مکتبہ حیدریہ نجف عراق سن ۱۳۸۵ھ، النسائی، احمد ابن شعیب، سنن النسائی، ج ۸، ص ۱۰۵، طبع اول دار الفکر بیروت سن ۱۳۴۸ھ، احمد ابن حنبل، مسند احمد، ج ۲، ص ۲۲۴، طبع دار الصادر بیروت

20۔ سورہ انفال : ۶۳

21۔ محمد رے شہری، میزان الحکمۃ، ج ۱، ص ۴۰۶، طبع اول، دار الحدیث۔ قم، سن ۱۴۱۶ھ، سنن النسائی، ج ۷، ص ۹۳

22۔ نہج البلاغہ، خطبۃ ۱۲۷، شارح شیخ محمد عبدہ، طبع بیروت

# نبوت، ختم نبوت اور دین کی تکمیل

ڈاکٹر شیخ محمد حسنین*
Sheikh.hasnain26060@gmail.com

## مقدمہ

مسلمان امت کے ہاں ''ختم نبوت'' ایک حل شدہ موضوع شمار ہوتا ہے۔ تمام مسلمانوں کا یہ متفقہ نظریہ ہے کہ سرکار رسالت مآب حضرت محمد ﷺ اللہ تعالی کے آخری نبی ہیں اور آپ پر نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ نہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آیا ہے، نہ قیامت تک آئے گا۔ آپ کی شریعت، آخری شریعت ہے اور آپ کا لایا ہوا دین آخری دین ہے۔ لہٰذا اب نہ کوئی نئی شریعت آئے گی، نہ نیا دین آئے گا۔ اس موضوع پر اگرچہ کافی بحثیں ہو چکی ہیں لیکن موضوع کی نزاکت کے مد نظر اس موضوع پر ابھی مزید بہت کچھ لکھا اور کہا جا سکتا ہے۔

جہاں تک موضوع کی ماہیت کا تعلق ہے تو چونکہ ''ختم نبوت'' کی بحث، ہدایت، نبوت، شریعت اور دین کی تکمیل سے خاصی مربوط ہے، لہٰذا ہم اس مقالہ میں مختصر طور پر ''ہدایت''، ''نبوت''، ''شریعت'' اور ''اکمال دین'' کے موضوعات پر بحث کریں گے تاکہ اس باب میں حقیقت حال ہمارے قارئین پر واضح ہو سکے۔

## ہدایت

خداوند تعالیٰ نہ تنہا عالم ہستی کا خالق بلکہ اس کا ''ہادی'' بھی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی قرآن کریم نے سورہ مبارکہ طہ کی آیت ۵۰ میں خداوند تعالی کا تعارف یوں پیش کیا ہے:

---

*۔ ڈائریکٹر نور الہدیٰ مرکز تحقیقات، استاد اصول و فقہ و فلسفہ اسلامی، جامعۃ الرضا، بارہ کہو، اسلام آباد

"قَالَ رَبُّنَا الَّذِی أَعْطَی کُلَّ شَیْئٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَی

یعنی: "موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے شئے کو اُس کی خلقت بخشی، پھر ہدایت دی"۔

مثال کے طور پر خداوند تعالی نے کھجور کی گٹھلی کو تنہا خلق نہیں فرمایا بلکہ اسے کھجور کا تناور درخت بننے اور کھجور کا پھل دینے کی صلاحیت (خلقت) بھی عطا فرمائی ہے اور اُسے یہ خلقت عطا فرما کر بھی خود اس کے حال پر نہیں چھوڑا بلکہ اسے اپنے مطلوبہ اور ممکنہ کمال تک پہنچاتا بھی ہے۔ بنابرایں، خداوند تعالی کی تخلیق اور ہدایت، عالم ہستی کی ہر شئے کیلئے ہے۔

ہاں! اس فرق کے ساتھ کہ کائنات کی دیگر چیزوں اور انواع میں ہدایت کا یہ سلسلہ تکوینی ہے۔ یعنی ان میں یہ ہدایت "ایصال الی المطلوب" یا دوسرے الفاظ میں منزل مقصود تک پہنچانے کا نام ہے۔ مثال کے طور پر کھجور کی گٹھلی کی ہدایت، دور سے راہنمائی کے معنی میں نہیں ہے کہ خداوند تعالی کوئی پیغمبر بھیج کر کھجور کی گٹھلی کی تنہا رہنمائی کردے کہ ہاں ہاں! جاؤ زمین کے دل میں چھپو، نمی ڈھونڈو اور پھر اپنی جڑیں زمین کے دل میں گاڑھتے ہوئے، کونپلیں زمین کے سینے کو چاک کرتے ہوئے باہر نکالو اور یوں رشد و کمال کے راستے پر آگے بڑھتی چلی جاؤ یہاں تک کہ کھجور کا ایک تناور درخت بن جاؤ اور کھجور کا پھل دینے لگو۔

پھر باغات کی زینت کا سامان بھی مہیا کرو۔ جہاں چھاؤں مہیا کرو وہاں ایندھن اور تعمیرات میں کام آنے والی لکڑی بھی مہیا کرو۔ نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ قدرت کا دست ہدایت، ان تمام مراحل میں گویا کھجور کی گٹھلی کا ہاتھ تھام کر اسے اس کی منزل مقصود تک پہنچاتا ہے۔ اور اسی پہنچانے کا دوسرا نام "تکوینی ہدایت" ہے۔

یہ عالم ہستی کی انواع میں سے تنہا ایک نوع کی ہدایت کی مثال تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس عالم کی ہر نوع کو اپنے مطلوبہ کمال تک پہنچنے کیلئے ہدایت کی ضرورت ہے۔ اور اس عالم کی انواع میں سے اشرف ترین نوع، نوع بنی بشر ہے۔ دنیا کی ہر چیز کی مانند، انسان بھی مخصوص سمت و سو میں تکامل کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اگرچہ ولادت کے وقت، انسان میں اور ایک عام حیوان کے بچے میں ظاہری طور پر کوئی زیادہ فرق نہیں پایا جاتا، لیکن یہ انسان جو جاہل پیدا ہوتا ہے، جہالت کی وادیوں سے نکل کر علم و عرفان کی بلندیوں تک

پہنچ سکتا ہے۔ وہ توہمات اور غلط نظریات کی بجائے ٹھیک اور حقیقی اعتقادات اپنا کر اپنے نفس کو عالم اکبر کی وسعتوں کے برابر پھیلا سکتا ہے۔ اسی طرح حیوانی اور رذیلہ صفات کو چھوڑ کر ملکات فاضلہ اور اخلاقی خوبیاں اپنا کر مسجود ملائک بن سکتا ہے، لیکن اس کی یہ تمام تر صلاحتیں، ہدایت ہی کے طفیل بروئے کار آ سکتی ہیں۔ اور خداوند تعالی نے اگر کائنات عالم کی دیگر اشیاء اور انواع کو ہدایت دی ہے تو انسان کو بھی اس ہدایت سے محروم نہیں چھوڑا۔

تنہا فرق یہ ہے کہ انسان کی ہدایت، تکوینی نہیں بلکہ " تشریعی" ہے۔ یعنی انسانوں کی ہدایت، "ارائۃ الطریق" یا منزل دکھانے کا نام ہے۔ دوسرے الفاظ میں انسان کو خداوند تعالی نے ایک آگاہ و بصیر مخلوق خلق کرنے کے بعد اسے راستہ دکھا دیا ہے، لیکن اس راستے کی تمام منزلیں طے کرنا خود انسان کے اپنے ارادے اور فعالیت کا مرہون منت ہے۔ تخلیق اور ہدایت کے اسی عمل کی طرف سورہ مبارکہ دہر کی ابتدائی آیات میں یوں ارشاد فرماتا ہے:

"هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَذْكُورًا إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا"

یعنی: " آیا انسان پر وہ مرحلہ نہیں آیا جب وہ کوئی قابل ذکر چیز تھا ہی نہیں۔ (اس آیت شریفہ میں عدم محض سے انسان کی تخلیق کے الٰہی شاہکار کی طرف اشارہ ہوا ہے)۔ ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا کہ اسے آزمائیں، پس ہم نے اسے سننے والا، دیکھنے والا بنایا۔ بے شک ہم نے اسے راستہ کی ہدایت دے دی ہے، اب چاہے تو وہ شکر گذار بنے، چاہے تو کفر اختیار کرے۔"

سورہ دہر کی دوسری اور تیسری آیات میں انسان کی ہدایت کے تشریعی ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی خداوند تعالی نے انسان کی تخلیق کے بعد اسے تمام تر صلاحتیں اور انسانیت کی اعلیٰ منزل تک پہنچنے کی توانائیاں دے کر فقط اسے اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کا راستہ دکھایا ہے۔ اب اگر انسان الٰہی ہدایت کے سہارے، اپنی قوت وارادے سے یہ منزلیں طے کرلے تو کمال انسانیت کے رتبے پر فائز اور ابدی سعادت سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ اپنی خداداصلاحیتوں کو استعمال نہ کرے یا انسانیت کی سمت میں نہیں بلکہ

کسی غلط سمت و سو میں استعمال کرے تو انسانیت کی منزل سے کوسوں دور ہو کر ابدی شقاوت اور بد بختی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

بہر حال یہ بات طے شدہ ہے کہ ہر دور کے ہر انسان کو اس الٰہی ہدایت کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خداوند تعالی نے قرآن کریم کو کتاب ہدایت قرار دیا ہے: " ہدی للمتقین " یعنی یہ کتاب صاحبان تقویٰ کیلئے کتاب ہدایت ہے۔" قرآن کریم میں اڑھائی سو سے زائد آیات میں "ہدایت" اور اس کے مشتقات پر بحث ہوئی ہے۔ نیز "ہدایت" کے متضاد، یعنی "ضلالت" کے موضوع پر بھی تقریبا ۱۵۰ کے لگ بھگ آیات میں بات ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر قرآن کریم کی سب سے پہلی سورہ میں ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ہم بارگاہ الٰہی سے روزانہ پانچ بار سیدھے راستے کی ہدایت پانے اور اس پر ثابت قدم رہنے کا سوال کریں: " اھدنا الصراط المستقیم۔۔۔" یہاں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نظام کائنات میں "ہدایت الٰہی" ایک اہم اور اساسی عنصر ہے۔

## نبوت

اگر کائنات کے نظام میں ہدایت ایک اہم اور اساسی عنصر ہے تو جہاں تکوینی ہدایت میں کائنات کی دیگر اشیاء کے تکامل میں ایک ایک قدم پر ایسی الٰہی قوتوں یا اُن ملائکہ کا وجود ضروری ہے جو ہر شئے کو اس کی منزل مقصود کی طرف لے چلیں تو آیا انسان کیلئے اس کے تکامل کے سفر میں کوئی رہنما نہیں ہونا چاہیے؟ یقینا یہ نہیں ہو سکتا بلکہ انسان کیلئے بھی زندگی کے سفر میں ہر قدم پر تشریعی ہدایت کی ضرورت ہے۔

اسی ہدایت کا دوسرا نام "نبوت و رسالت" ہے۔ کیونکہ تشریعی ہدایت، "دعوت" کے بغیر تحقق نہیں پا سکتی اور دعوت کیلئے داعی کا ہونا ضروری ہے۔ پس انسان کی ہدایت الٰہی کے وسیلے کا نام نبوت ہے اور اس بحث کی روشنی میں ہم "نبوت' ورسالت" کے باب میں درج ذیل چند اہم نکات حاصل کر سکتے ہیں:

۱۔ بنی نوع انسان میں تکامل کی صلاحیت پائی جاتی ہے اور وہ دنیا و آخرت کی سعادت تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

۲۔ یہ صلاحیت تنہا الٰہی ہدایت کے ذریعے بروئے کار لائی جا سکتی ہے۔

۳۔ الٰہی ہدایت، دعوت کے ذریعے تحقق پا سکتی ہے اور جو ہستیاں انسان تک یہ الٰہی ہدایت پہنچاتی ہیں وہ نبی و رسول کہلاتی ہیں۔

۴۔ نبی و رسول کو بہر حال بشری لبادے میں آنا چاہیے تاکہ نہ تنہا وہ آسانی سے خدا کا پیغام ہدایت انسانوں تک پہنچا سکیں بلکہ عملی طور پر الٰہی ہدایت کے راستے پر چل کر انسانوں کیلئے ایک بہترین نمونۂ عمل بھی مہیا کر سکیں: ''بہ تحقیق تمہارے لیے رسول خدا کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے'' (احزاب، ۲۱)۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم منکرین رسالت اور بت پرستوں کے اس گمان باطل کو ردّ فرماتا ہے کہ نبی، بشر نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس سلسلے میں سورہ مبارکہ اسرأ کی آیات ۹۴، ۹۵ میں ارشاد باری تعالی ہے: ''اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آگئی تو اس پر ایمان لانے میں اور کوئی چیز مانع نہیں ہوئی، سوائے اس کے کہ وہ کہتے تھے: کیا اللہ نے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے!؟ کہہ دیجئے: اگر زمین پر فرشتے اطمینان سے چلتے پھرتے بس رہے ہوتے تو ہم آسمان سے ایک فرشتے کو رسول بنا کر ان پر نازل کرتے۔'' نیز سورہ مبارکہ جمعہ کی آیت ۲ میں ارشاد فرماتا ہے:

'' هُوَ الَّذِی بَعَثَ فِی الْأُمِّیِّینَ رَسُولًا مِنْهُمْ یَتْلُو عَلَیْهِمْ آیَاتِهِ وَ یُزَکِّیهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَ الْحِکْمَةَ وَإِنْ کَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِی ضَلَالٍ مُبِینٍ''۔

یعنی: '' خدا وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاکیزہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے جب کہ اس سے پہلے یہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے۔''

۵۔ خداوند تعالی کی طرف سے انسانی ہدایت کی ذمہ داری ادا کرنے والا ہر شخص بلا واسطہ یا بالواسطہ خدا کی طرف سے منصوب ہونا چاہیے۔ کیونکہ ہدایت، ایک الٰہی منصب ہے۔ اور الٰہی ہادی، خدا کے خلیفہ کی حیثیت سے ہی بنی نوع بشر کی ہدایت کا سامان مہیا کرتا ہے۔ لہٰذا یہ منصب الٰہی فقط اسے مل سکتا ہے جس کا انتخاب خود خداوند تعالی کی مرضی و مشیت سے ہوا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے جہاں کہیں بھی خدا کے خلیفہ، خدا کے نبی، خدا کے رسول یا امام کی بات کی ہے وہاں اس کے اس عہدہ پر انتصاب کا حق بھی فقط خداوند تعالی کو بخشا ہے۔

جیسا کہ سورہ مبارکہ بقرہ کی آیت ۳۰ میں ارشاد فرماتا ہے:

"وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً"

یعنی: "اس وقت کو یاد رکھیے جب تمہارے پروردگار نے ملائکہ سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ قرار دے رہا ہوں۔"

یا سورہ مبارکہ "ص" کی آیت ۲۶ میں ارشاد فرمایا:

"يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ"

یعنی: "اے داؤد! بے شک ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ قرار دیا ہے۔"

تو ان دونوں آیات میں خلیفہ کے جعل کا اختیار فقط خود خدا کیلئے قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح نبوت کا عہدہ بھی قرآن کریم نے فقط خدا کی طرف سے عطا کرنے میں منحصر قرار دیا ہے۔ چنانچہ سورہ مبارکہ مریم آیت ۳۰ میں حضرت عیسیٰؑ کی زبانی ارشاد فرماتا ہے:

"قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا"

یعنی: "عیسیٰ نے کہا: میں خدا کا عبد ہوں، خدا نے مجھے کتاب دی ہے اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے۔"

نیز سورہ مبارکہ قصص کی آیت ۷ میں حضرت موسیٰ کے ماں سے خطاب ہوتا ہے:

"إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ"

یعنی: "(اے موسیٰ کی ماں!) ہم موسیٰ کو آپ کی طرف لوٹا دیں گے اور انہیں رسولوں میں سے قرار دیں گے۔"

نیز امامت کے عہدے کے بارے میں بھی قرآن کریم کی منطق یہی ہے۔ چنانچہ سورہ مبارکہ بقرہ کی آیت ۱۲۴ میں حضرت ابراہیمؑ سے ارشاد فرماتا ہے:

"إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا"

یعنی: "اے ابراہیم! میں تمہیں لوگوں کا امام بنا رہا ہوں۔"

بنابرایں، ان تمام آیات میں ''انّی جاعل'' (میں بنارہا ہوں)، ''انّا جعلناک'' (بے شک ہم نے تمہیں بنایا ہے)، ''جعلنی'' (خدا نے مجھے بنایا ہے) اور ''جاعلک'' (میں تمہیں بنارہا ہوں) سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہدایت الٰہی کا منصب، فقط اسی شخص کے پاس ہو سکتا ہے جسے خدا نے یہ منصب مستقیم یا اپنے نبی و رسول کے ذریعے سے عطا کیا ہو۔ نہ انسانوں کا کوئی انتخاب کسی میں الٰہی ہادی بننے کی صلاحیت ایجاد کرتا ہے اور نہ ہی کوئی نابغۂ روزگار، نبی یا رسول بن سکتا ہے۔

۶۔ نبی پر اللہ کی طرف سے وحی نازل ہونا چاہیے۔ اور اس وحی میں انسانیت کی ہدایت کا مکمل نصاب پیش ہونا چاہیے۔

ان حقائق کی روشنی میں یہ دعوی کہ ''نبی وہ صالح انسان ہوتا ہے جو ایک خاص سماجی نبوغ کی منزل پر فائز ہوتا ہے'' قطعاً نادرست ہے۔ کیونکہ سب سے پہلے تو یہ ایک فرض ہے جسے سوشیالوجی کے بعض غیر مسلم یا بے دین دانشوروں نے فرض کر لیا ہے۔ نیز یہ دعوی قرآن کریم کی صریح آیات کے خلاف ہے۔ قرآن کریم کی رو سے ''نبوت'' کسی معاشرتی نبوغ کا نام نہیں بلکہ یہ کاملا الٰہی انتخاب اور معجزہ کے ذریعے سے مقام نبوت پر پہنچنے کا نام ہے۔ ہاں یہ الگ بات کہ اس مقام پر پہنچنا یقینا ایک مافوق الفطرت نبوغ کے ساتھ بھی ہمراہ ہوتا ہے۔ لہٰذا ''نبوت'' خالق ہستی کے ساتھ ایک مافوق طبیعت یا Metaphysical رابطے کا نام ہے، نہ کسی ایسے بشری نبوغ کا نام کہ جس کے سانچے میں مرزا احمد قادیانی جیسے نبوت کے جھوٹے دعویدار بھی ڈھل جائیں۔

اسی طرح ''وحی'' بھی کسی نابغۂ روزگار کے دل و دماغ سے ترشح پانے والی فکر کا نام نہیں ہے بلکہ یہ وہ الٰہی پیغام ہے جو جبرائیل امین بارگاہ احدیت سے لے کر بارگاہ نبوت میں پہنچاتے ہیں۔ لہٰذا ''وحی الٰہی'' کی روشنی میں بننے والے قوانین کو ''الٰہی دین'' یا ''شریعت'' کا نام دیا جاسکتا ہے، لیکن معاشرتی اصلاحات کے علمبردار کسی سیاست دان کے گھڑے ہوئے اجتماعی قوانین کو ''دین'' نہیں کہا جاسکتا۔ نبوت و ہدایت کے اس عمل (Process) میں خدا کا مخصوص اور معصوم فرشتہ ''جبرائیل'' ہی وحی کا پہنچانے والا ہو سکتا ہے، کسی ریاضت گذار کی روح خواہ کتنی ہی پاکیزہ کیوں نہ ہو جائے۔ ''جبرائیل'' نہیں بن سکتی اور نہ ہی عالم طبیعت کی قوتیں ''ملائیکہ'' بن سکتی ہیں۔

لہٰذا جس نبوغ کی بات نبوت الٰہی کے منکر سوشیالوجسٹ کرتے ہیں، یہ درحقیقت ہر عاقل انسان کی اس قوت اور صلاحیت کا نام ہے جسے علمائے اسلام "عقل عملی" کا نام دیتے ہیں؛ یعنی انسان کی وہ ادراکی قوت جو اچھائی اور برائی کی تشخیص دے سکتی ہے۔

۱۰۔ نبوت و رسالت کے باب میں ایک اور اہم نکتہ یہ ہے کہ نبی، رسول یا امام کو معصوم ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ تمام منصب الٰہی ہدایت کا نام ہیں اور الٰہی ہدایت میں کوئی سہو وخطا نہیں ہے۔ نہ خدا کی تکوینی ہدایت میں کوئی سہو وخطا ہے اور نہ ہی اس کی تشریعی ہدایت میں کوئی سہو وخطا ہے۔

اگر ہم عالم کائنات میں خدا کی تکوینی ہدایت پر ایک نظر دوڑائیں تو بڑی آسانی سے اس حقیقت کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ عالم کائنات میں ہم نے کبھی اس غلطی یا سہو وعصیان کا مشاہدہ نہیں کیا کہ کھجور کی گٹھلی سے آم کا درخت اگ آئے اور بیری کے درخت میں شیشم کی خصوصیات آجائی۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ خدا کی تکوینی ہدایت میں غلطی کے سبب گندم بونے پر گنے کی فصل اگ آئے اور گنا کاشت کرنے سے جو کی فصل کھڑی ہو جائے۔

اگر عالم کائنات کی ان اشیاء کی ہدایت میں کبھی غلطی نہیں ہوئی تو انسان جو کہ اشرف المخلوقات ہے، اس کی ہدایت میں کیسے غلطی اور سہو کو جائز قرار دیا جا سکتا ہے؟ یقیناً ایسا نہیں ہو سکتا لہٰذا خداوند تعالی کی الٰہی سنت میں یہ ضروری ہے کہ وہ انسان جیسی اشرف المخلوقات مخلوق کو اس کے ممکنہ کمال تک پہنچانے کیلئے ہدایت و رہنمائی کا ایسا بندوبست فرمائے جو غلطی اور سہو وعصیان سے پاک ہو۔ اسی حقیقت کا نام انبیائے الٰہی اور ائمہ ہدیٰ کی عصمت کا نام دیا جاتا ہے۔

لہٰذا ضروری ہے کہ تین مراحل میں ہدایت الٰہی کے عہدیدار معصوم ہوں: نہ وہ "وحی" اور الٰہی پیغام کے حصول میں خطا کریں، نہ اس پیغام کے خدا کے بندوں تک پہنچانے یا تبلیغ رسالت میں خطا کریں اور نہ ہی ہدایت کے راستے میں چلتے ہوئے بشریت کیلئے عملی نمونہ پیش کرنے میں خطا کریں۔ بنابرایں، جو شخص بھی ان تین مراحل میں کسی ایک مرحلہ پر بھی غلطی کا شکار ہو جائے وہ خدا کی طرف سے انسانیت کی ہدایت کے عہدے پر فائز نہیں ہو سکتا۔ ایسا شخص نہ نبی بن سکتا ہے اور نہ نبی کا خلیفہ بن سکتا ہے۔

## نبوت و رسالت میں فرق

یہاں ممکن ہے یہ سوال درپیش ہو کہ نبی اور رسول میں کیا فرق ہوتا ہے؟ اس سوال کے جواب میں اگرچہ بعض علمائؒ کا نظریہ یہ ہے کہ رسالت اور نبوت میں عموم خصوص مطلق کی نسبت پائی جاتی ہے۔ یعنی ہر رسول، نبی ہوتا ہے، لیکن ہر نبی، رسول نہیں ہوتا۔ لہٰذا کہا جاتا ہے کہ ختم نبوت کا لازمہ، رسالت کا خاتمہ بھی ہے۔ لیکن تفسیر المیزان میں علامہ طباطبائیؒ نے اس نظریہ کو ردّ فرمایا ہے۔ اور ان کے پاس دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں انبیاء کو بھی رسول کہا گیا ہے۔ جیسا کہ سورہ مبارکہ حج کی آیت ۵۲ میں ارشاد باری تعالی ہے:

"وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ"

اس آیہ شریفہ میں نبی کو بھی رسول اور اس کے ارسال کی بات کی گئی ہے۔ لہٰذا ان کے نزدیک نبی و رسول میں فرق وہی ہے جو اہل بیت اطہارؑ کی بعض روایات میں آیا ہے اور وہ یہ کہ رسول وہ ہوتا ہے جس پر فرشتہ وحی لے کر نازل ہوتا ہے اور نبی وہ ہوتا ہے جو نیند میں وحی حاصل کرتا ہے۔ اور جو بیداری میں فرشتے سے بھی وحی حاصل کرے اور نیند میں بھی وحی حاصل کرے تو وہ بیک وقت نبی بھی ہوتا ہے اور رسول بھی ہوتا ہے۔

اس حوالے سے بصائر الدرجات میں حضرت امام صادق علیہ السلام سے جناب زرارہ نے نقل کیا ہے:

"رسول وہ ہوتا ہے جس پر جبرائیلؑ نازل ہوتا ہے اور اس کے سامنے آکر اس سے بات کرتا ہے۔ پس وہ جبرائیلؑ کو دیکھتا ہے بالکل ایسے ہی جیسے تم میں سے جب کوئی کسی سامنے والے سے بات کر رہا ہو تو اسے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ تو یہ رسول ہے اور نبی وہ ہوتا ہے جسے نیند میں حکم ملتا ہے؛ جیسے ابراہیمؑ کو حکم ملا اور جیسا کہ رسول خداؐ نیند میں وحی لیتے تھے جب جبرائیلؑ نیند میں آپ کے پاس آتے۔ تو یہ ہوتا ہے نبی اور بعض ایسے ہیں جن کیلئے رسالت اور نبوت جمع ہوئے۔ پس رسول خداﷺ رسول و نبی تھے۔ آپ کے سامنے جبرائیلؑ سامنے آتے تھے اور بات کرتے تھے اور آپؐ جبرائیلؑ کو دیکھتے تھے اور نیند میں بھی جبرائیلؑ آپ کے پاس آتے تھے۔

## شریعت

ہدایت کے لئے جہاں دعوت اور نبوت و رسالت ضروری ہے، وہاں وہ متن جسے "احکام الٰہی" یا "شریعت" کا نام بھی دیا جاتا ہے، نیز ضروری ہے۔ کیونکہ جب تک خدا کی طرف سے وہ (نبأ) یا خبر اور وہ پیغام پیش نہ کیا جائے جو انسانیت کی سعادت کا نسخہ ہو، نبوت و رسالت معنی نہیں پاتی۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ نبوت و رسالت شریعت اور احکام الٰہی کے بنی نوع انسان تک پہنچانے کا ایک ذریعہ اور بہانہ ہے۔ چنانچہ سورہ مبارکہ مائدہ کی آیت ۴۸ میں ارشاد فرماتا ہے:

"۔۔۔لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَ مِنْهَاجًا۔۔۔ الآیہ"

یعنی: "اور اے رسول ہم نے آپ پر ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جو حق پر مبنی ہے اور اپنے سے پہلے والی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان پر نگران اور حاکم ہے (یعنی اب اسی کتاب کے احکام چلیں گے) لہٰذا آپ اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ کریں اور جو حق آپ کے پاس آیا ہے اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔ ہم نے تم میں سے ہر ایک (امت) کیلئے ایک دستور بنایا ہے۔۔۔"

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ خداوند تعالی نے ہر امت کیلئے ایک دستور بنایا ہے جسے "شرعہ" یا شریعت کا نام دیا گیا ہے۔ یہ دستور یا شریعت، در حقیقت انہی احکام الٰہی کا نام ہے جو خدا نے ہر امت کی ہدایت کیلئے، اس امت کے نبی پر نازل فرمائے ہیں۔ اسی طرح سورۂ مبارکہ شوری کی آیت ۱۳ میں ارشاد فرماتا ہے:

"شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَ مَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَ مُوسَى وَ عِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ۔۔۔"

یعنی: "اس نے تمہارے لیے دین کا وہی دستور معین کیا جس کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جس کا ہم نے ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو حکم دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔۔۔"

اس آیۂ شریفہ میں بھی ''شَرَعَ'' کے کلمہ کے ذریعے ایک دستور سازی کی بات ہوئی ہے۔ اسی دستور کا نام شریعت ہے۔ نیز اسی سورہ کی آیت ۲۱ میں اس امر پر تنبیہ کی گئی ہے کہ خدا کے اذن و اجازت کے بغیر کسی کو کوئی شریعت گھڑنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ نیز سورۂ مبارکہ جاثیہ کی آیت ۱۸ میں ارشاد باری تعالی ہے:

''ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَى شَرِيعَةٍ مِنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ''

یعنی: ''پھر ہم نے آپ کو امر کی ایک خاص شریعت پر قائم کیا، لہٰذا آپ اسی پر چلتے رہیں اور نادانوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلیں۔''

بنابرایں، نبوت و رسالت کے باب میں اصل اہمیت احکام الٰہی اور شریعت کو حاصل ہے اور نبوت و رسالت کی اہمیت تو در حقیقت، شریعت کے ابلاغ کی اہمیت کے مرہون منت ہے۔ نیز نبوت کی ضرورت بھی اس وقت تک ہے جب تک یہ احکام و شریعت مکمل طور پر بنی نوع انسان تک پہنچ نہ جائیں۔

## ختم نبوت یا تکمیل شریعت

جیسا کہ اوپر بیان ہوا، نبوت کی ضرورت اس وقت تک ہے جب تک خدا کے احکام و شریعت کی تکمیل نہ ہو جائے۔ لیکن جب کسی امت کیلئے تمام ضروری احکام نبی کے ذریعے اس تک پہنچ جائیں تو نبوت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ خداوند تعالی نے آنحضرت ﷺ پر جو کتاب نازل فرمائی ہے اس میں ہدایت کی ہر بات موجود ہے۔ لہٰذا سورہ مبارکہ النحل کی آیت ۸۹ میں ارشاد فرماتا ہے:

'' وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ''

یعنی: ''اور ہم نے یہ کتاب جو ہر چیز کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کرنے والی اور مسلمانوں کیلئے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے، آپ پر نازل کی ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں قیامت تک کے انسانوں کی ہدایت کا تمام تر لازمی متن موجود ہے اور اس متن میں انسانوں کے تمام مصالح و مفاسد بیان کر دئے گئے ہیں۔ لہٰذا نہ اس لحاظ سے کسی نئی کتاب اور نئی وحی کی ضرورت ہے اور نہ اس لیے کسی جدید کتاب ہدایت کی ضرورت ہے کہ اس کتاب میں

کوئی ردّ و بدل یا انحراف پیش آجائے۔ قرآن کریم اپنے متن میں ہر قسم کی تحریف سے محفوظ ہے۔ چنانچہ سورہ مبارکہ سجدہ کی آیات ۴۱، ۴۲ میں ارشاد فرماتا ہے:

"وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ"

یعنی: "بے شک یہ ایک غالب کتاب ہے؛ باطل نہ اس کے سامنے آسکتا ہے نہ اس کے پیچھے سے؛ یہ حکمت والے اور ستائش کے لائق (خدا) کی طرف سے نازل کردہ ہے۔"

اگر سابقہ انبیاء پر نازل ہونے والی کتب کی طرح قرآن کریم میں بھی تحریف ہو جاتی اور اس کا اصلی متن انسانوں کی دسترس میں باقی نہ رہتا تو پھر کسی نئے نبی کے بھیجے جانا کا امکان تھا، لیکن خداوند تعالی نے قرآن کریم کی حفاظت کی خود ذمہ داری لے کر اس جہت سے بھی کسی نئی نبوت کے امکان کو ختم کر دیا۔ چنانچہ سورہ مبارکہ حجر کی آیت ۹ میں ارشاد فرماتا ہے:

"إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ"

یعنی بے شک ہم نے ہی اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

قرآن کریم کی دیگر چند آیات سے بھی آنحضرت ﷺ پر نبوت کے سلسلہ کے اختتام پذیر ہونے کو ثابت کیا جاسکتا ہے۔ نیز آپ ﷺ کی دعوت کی عمومیت بھی آپ کی ختم نبوت پر دلیل ہے۔ آپؐ سے پہلے آنے والے انبیاؑ، سب خاص خاص قوموں اور قبیلوں کی طرف بھیجے گئے تھے، لیکن آپ ﷺ کو پوری انسانیت کا نبی بنا کر بھیجا گیا۔ چنانچہ سورہ مبارکہ سباء کی آیت ۲۸ میں ارشاد فرماتا ہے:

"وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ"

یعنی: اور بس ہم نے تو آپ کو پوری انسانیت کیلئے بشارت دینے والا اور تنبیہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے؛ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

نیز سورہ مبارکہ فرقان کی آیت ۱ میں ارشاد فرماتا ہے:

"تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا"

یعنی: "بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے عبد پر (حق و باطل کے درمیان) فرق ڈالنے والی کتاب نازل فرمائی تاکہ وہ تمام جہانوں والوں کو انتباہ کرنے والے ہوں۔"

پس قرآن کریم جب پوری انسانیت کیلئے پیغام الٰہی ہے اور آپ ﷺ جب عالمین کے نبی ہیں تو پھر آپ کے بعد کسی نبی کے ارسال کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟

یقینا نہیں۔ لہٰذا قرآن کریم نے ان تمام جہات کے بیان کے ساتھ ساتھ سورہ مبارکہ احزاب کی آیت ۴۰ میں ختم نبوت کے نظریہ پر دوٹوک الفاظ میں تصریح فرمادی:

"مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا"

یعنی: "محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں؛ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔"

یہ آیت واضح طور پر حضرت محمد ﷺ پر سلسلہ نبوت اور وحی و رسالت کے خاتمے کا صریح اعلان ہے۔ بنابرایں، یہ سب آیات اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت پیغمبر اکرم ﷺ جو شریعت لائے ہیں وہ رہتی دنیا تک کیلئے ہے اور اس کے بعد کسی جدید حکم الٰہی کی ضرورت نہیں ہے۔ ختم نبوت کے نظریہ پر قرآنی آیات کے علاوہ سنت نبوی سے بھی کئی شواہد و دلائل موجود ہیں۔ ان میں سے بعض روایات درج ذیل ہیں:

۱۔ مرحوم کلینیؒ نے اصول کافی کی جلد ۸، ص ۱۰۷ پر حضرت رسول اکرم ﷺ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

"انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی"۔

یعنی: "اے علیؑ! آپ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی؛ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔"

نیز اصول کافی ہی کی ج ۱، ص ۵۸ پر جناب زرارہ سے یہ روایت نقل ہوئی ہے کہ جب میں نے آپؑ سے حلال و حرام کے بارے میں پوچھا تو آپؑ نے فرمایا:

"حلال محمد حلال ابدا الی یوم القیامۃ' و حرامہ حرام ابدا الی یوم القیامۃ لا یکون غیرہ و لا یجیء غیرہ"

یعنی: "حضرت محمد ﷺ کی حلال کردہ اشیاء قیامت تک حلال ہیں اور آپ ﷺ کی حرام کردہ اشیاء قیامت تک حرام ہیں۔"

اسی طرح مسند احمد بن حنبل کی ج ۱، ص ۱۸۴ پر یہ روایت نقل ہوئی ہے کہ جب غزوہ تبوک میں آپؐ حضرت علی ۔ کو پیچھے چھوڑ گئے تو علی نے پوچھا:

"أتخلفنی ؓ قال: اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی"

یعنی: (اے اللہ کے رسول!) آیا آپ ﷺ مجھے جہاد سے پیچھے چھوڑے جا رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "آیا آپ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ آپ کو مجھ سے وہی نسبت حاصل ہے جو ہارون کو موسی سے حاصل تھی؛ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔"

نیز مسند احمد بن حنبل کی ج ۳، ص ۲۶۱ پر آنحضرتؐ کی یہ روایت منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

مثلی و مثل الانبیاء کمثل رجل ابتنیٰ دارا فاکملھا و احسنھا الا موضع لبنۃ، فجعل الناس یدخلونھا و یعجبون و یقولون لولا موضع اللبنۃ۔ ۔۔۔ فأنا موضع اللبنۃ جئت فختمت الانبیاء"

یعنی: " میری اور مجھ سے سابقہ انبیاء کی مثال ایسے ہے جیسے ایک شخص گھر بنائے اور اسے کامل کرے اور ہر لحاظ سے اس کی تکمیل کرے مگر یہ کہ ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دے۔ پس لوگ اس گھر میں داخل ہونے لگیں اور اس گھر کی عظیم عمارت کو دیکھ کر تعجب کرنے لگیں اور یہ کہنے لگیں کہ (گھر تو بہت عالیشان ہے مگر) کاش یہاں ایک اینٹ بھی لگا دی گئی ہوتی۔۔۔ تو (انبیاء کی عمارت میں) اس خالی اینٹ کی جگہ پر میں ہوں؛ میں آیا اور میں نے نبوت کا سلسلہ (مکمل اور) ختم کر دیا۔"

## ختم نبوت اور تکمیل دین میں فرق

بعض لوگوں نے ختم نبوت کے عقیدے پر سورہ مبارکہ مائدہ کی آیت ۳ سے دلیل قائم کی ہے جس میں دین کے اکمال کی بات ہوئی ہے۔ لیکن ہماری نظر میں اس کے باوجود کہ ہم ختم نبوت کے مدعی بھی ہیں اور آپؐ کے لائے ہوے دین و شریعت کو کامل دین و شریعت بھی مانتے ہیں، دین کی تکمیل کو ختم نبوت کے مساوی قرار نہیں دیتے۔ نیز ہمارے خیال میں یہ بھی ایک فاحش غلطی ہو گی کہ ختم نبوت کو دین کی تکمیل کے مساوی سمجھ لیا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ دین کامل ہوا ہے، لیکن نبوت کے خاتمے پر نہیں بلکہ نبوت کے بعد ہدایت اور ولایت کے استمرار پر۔

کیونکہ ختم نبوت کا نظریہ، نہ ہدایت کی ضرورت کے اٹھ جانے کے مساوی ہے اور نہ ہی ولایت کی ضرورت کے انکار کے مساوی ہے۔ بلکہ ہر عصر کے بنی نوع بشر کیلئے ہدایت اور ولایت کی ضرورت باقی ہے اور یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے ایک بہت بڑے فرقے کے عقیدہ کے مطابق، نبوت کا دروازہ بند ہوتے ہی ہدایت و ولایت کا ایک معصوم دروازہ جس کا نام ''امامت'' ہے کھل جاتا ہے۔

یہاں تک کہ ایک لحاظ سے یہ بات تمام مسلمانوں کے ہاں متفقہ ہے کہ نبوت کا دروازہ بند ہونے کے بعد بھی ہادیان حق کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ ''امامت'' کے نظریہ کے منکر ہیں وہ بھی کم از کم ''خلافت'' کو ضروری سمجھتے ہیں۔ پس نبوت کے بعد بھی ہدایت اور ولایت کا استمرار ضروری ہے۔ کیونکہ جب تک گمراہی میں مبتلا ہونے کے دروازے کھلے ہیں، ہدایت کی نورانی شمع کا جلتے رہنا بھی ضروری ہے۔

ہو سکتا ہے یہاں کوئی شخص یہ دعوی کرے کہ ہدایت کی یہ شمع، قرآن کریم ہے۔ لیکن ہم اس دعوے کو قبول نہیں کر سکتے کیونکہ سب سے پہلے تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہم ''ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے'' کا نعرہ لگائیں۔ نیز نبی اکرم ﷺ کی خلافت (خواہ وہ خلافت کے عنوان سے ہو، خواہ امامت کے عنوان سے) کی ضرورت کا سرے سے انکار کر دیں۔ جبکہ یہ دونوں کام مسلمانوں نے نہیں کیے۔ اور اگر کسی نے کوئی ایسا دعوی کیا بھی ہے تو اسے قرآن کریم کی بعض آیات کے بارے میں بڑی صراحت کے ساتھ یہ اعتراف کرنا پڑا ہے کہ ان کا مفہوم ان پر واضح نہیں ہے۔

بنابرایں، مسلمانوں نے خدا کی کتاب کو اکیلے میں ہدایت پانے کیلئے کافی نہیں سمجھا اور نہ ہی انہوں نے خلافت کی ضرورت کا انکار کیا۔ وگرنہ آج نہ قرآن کریم کی یہ سب تفسیریں ضروری تھیں اور نہ خلافت و امامت کے نظریات پر کاربند ہونا ضروری تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ نبوت کے بعد بھی ہدایت اور ولایت کی ضرورت باقی ہے۔ اور چونکہ الٰہی ہدایت میں لغزشوں اور خطاؤں سے حفاظت بھی ضروری ہے، لہٰذا ہم امامت کے معصوم ہونے کے قائل ہیں؛ جبکہ مسلمانوں کی ایک جماعت چونکہ عصمت کو لازمی قرار نہیں دیتی لہٰذا وہ معصوم امامت کے انکار میں بھی کوئی قباحت محسوس نہیں کرتی۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے خیال میں اکمال دین کی آیت سے نہ فقط ختم نبوت کے عقیدے پر دلیل پیش نہیں کی جا سکتی، بلکہ اس آیت سے ہدایت الٰہی کے معصوم سلسلے کے دوام پر دلیل قائم کی گئی ہے۔ چنانچہ سورہ مبارکہ مائدہ کی آیت ۳ میں ارشاد باری تعالی ہے:

"۔۔۔ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَ اخْشَوْنِ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ أَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا۔۔۔"

یعنی: "۔۔۔آج کے دن وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا تمہارے دین سے ناامید ہو گئے۔ پس ان سے نہ ڈرو، بلکہ مجھ سے ڈرو۔ آج کے دن میں نے تمہارے لیے دین کامل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کے طور پر پسند کیا۔"

مذکورہ بالا آیہ شریفہ میں دین کی تکمیل کی بات ہوئی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ یہاں دین کی تکمیل سے مراد کیا ہے؟ آیا اس سے شریعت کے احکام کے بیان کی تکمیل مراد ہے؟ یا اس سے مراد کچھ اور ہے؟ نیز اس آیت میں جس دن کی بات ہو رہی ہے، اس سے مراد کونسا دن ہے؟ اس دن اسلام کی تاریخ میں کونسا اہم واقعہ رونما ہوا ہے کہ اس پر دین کی تکمیل ہوئی اور دین اسلام کے دشمن اُس واقعہ کے وقوع پذیر ہونے پر مایوس ہو گئے؟

یہاں ممکن ہے بعض لوگ اس آیت کے سابقہ لاحقہ کو دیکھ کر یہ کہیں کہ اس آیت میں اکمال دین سے مراد، بعض چیزوں کے حلال و حرام ہونے کے احکام کا نزول ہے؛ کیونکہ اس آیت کے سابقہ میں ارشاد

باری تعالی ہے: ''تم پر مردار، خون، سور کا گوشت اور وہ جانور حرام قرار دیا گیا ہے جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو اور اور وہ جانور جو گلا گھٹنے کی وجہ سے یا چوٹ کھا کر یا بلندی سے گرنے کی وجہ یا سینگ لگنے کی وجہ سے یا درندوں کے چیرنے پھاڑنے کی وجہ سے مر جائے (حرام قرار دیے گئے ہیں۔)'' اسی طرح آیت کا لاحقہ یہ ہے کہ: ''پس جو شخص گناہ کی طرف مائل ہوئے بغیر بھوک کی وجہ سے (ان حرام چیزوں سے پرہیز نہ کرنے پر) مجبور ہو جائے تو اللہ یقینا بڑا بخشنے والا، مہربان ہے۔ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کیلئے کیا حلال کیا گیا ہے؟ کہہ دیجئے تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال قرار دی گئی ہیں۔۔۔''

بعض لوگوں نے یہاں یہ کہا ہے کہ اس آیت میں حج کے احکام بیان کرنے کے ذریعے دین کی تکمیل کی طرف اشارہ ہوا ہے۔ لیکن عظیم مفسر قرآن علامہ طباطبائیؒ کی نظر میں ان آرا میں سے کوئی رائے بھی صائب نہیں ہے۔ کیونکہ سب سے پہلے تو حلال و حرام کے چند مسائل کے بیان اور ان کی تعلیم، دین کی تکمیل نہیں کہلا سکتی۔ اس لیے کہ کسی بھی چیز کی تعلیم، اس کی تکمیل نہیں ہوتی۔

مثال کے طور پر خانہ داری کی تعلیم کا سرٹیفکیٹ پالینے کو خانہ داری کی تکمیل نہیں کہا جا سکتا بلکہ خانہ داری کی تکمیل، خانہ داری کی تعلیم کو بروئے کار لانے سے ہوتی ہے۔ اسی طرح کسی بھی امر کی تکمیل، تنہا اس کی تعلیم کی تکمیل سے نہیں ہوتی۔ لہٰذا دینی احکام کی تعلیم، تعلیم کی تکمیل تو ہو سکتی ہے، دین کی تکمیل نہیں کہلا سکتی؛ جبکہ اس آیہ شریفہ میں دین کی تکمیل کی بات ہو رہی ہے۔

ایک اور لحاظ سے بھی اس آیت میں دین کی تکمیل سے حلال و حرام یا حج تمتع کے احکام کی تکمیل مراد نہیں لی جا سکتی۔ کیونکہ بعض روایات کے مطابق سورہ مائدہ کی اس آیت کے نزول کے بعد بھی بعض شرعی احکام نازل ہوئے ہیں۔ جیسا کہ مسند امام احمد بن حنبل ج ۱، ص ۳۶ میں یوں آیا ہے:

''حدثنا عبد الله حدثنی ابی ثنا یحیی عن ابن ابی عروبة ثنا قتادة عن سعید بن المسیب قال، قال عمر رضی الله عنه: ''ان آخر ما نزل من القرآن آیة الربا و ان رسول الله صلی الله علیه و سلم قبض و لم یفسرها فدعوا الربا و الریبة۔''

اس روایت میں حضرت عمر سے نقل کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت، سود کی آیت تھی جس کے نزول کے بعد پیغمبر اکرم ﷺ وفات پا گئے؛ یہاں تک کہ آپ ﷺ اس آیت کی تفسیر ہمارے لیے واضح طور پر بیان بھی نہ فرما سکے۔

نیز سنن ابی داود ج ۱، ۱۸۲ میں سجستانی نے حضرت عثمان سے نقل کیا ہے:

"قال عثمان: ان النبی صلی اللہ علیہ و سلم مما تنزل علیہ الآیات۔۔۔ و کانت الانفال من اول ما نزل علیہ بالمدینۃ و کانت برائۃ من آخر ما نزل من القرآن۔۔۔

اس روایت میں حضرت عثمان سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ پر مدینہ میں سب سے پہلے سورۂ انفال نازل ہوئی اور آپ ﷺ پر سب سے آخر میں سورہ برائت نازل ہوئی۔

نیز حاکم نیشاپوری نے المستدرک ج ۲، ص ۳۳۸ میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ:

"عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ قال آخر ما نزل من القرآن: "لقد جائکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم۔"

اس روایت کے مطابق جناب ابن عباس کی نظر میں قرآن کریم کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت، آیۂ شریفہ: "لقد جائکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین روف رحیم" ہے۔

بنابرایں، یہ روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ سورہ مائدہ اور آیۂ اکمال، قرآن کریم کی آخری آیت نہیں ہے اور نہ اس آیت کے نزول پر وحی کے نزول کا سلسلہ مکمل ہوا۔

ایک اور لحاظ سے بھی اس آیت میں دین کی تکمیل سے مراد، حلال و حرام کے مسائل کا بیان نہیں ہو سکتا کیونکہ حلال و حرام کے دینی احکام کے بیان کا کافروں کی ناامیدی سے کوئی منطقی ربط نہیں بنتا؛ جبکہ یہ آیت بتا رہی ہے کہ دین کی تکمیل سے کافر مایوس ہو گئے۔

اگر پیغمبر اکرم ﷺ لوگوں کو حلال و حرام یا حج تمتع کے چند احکام سکھا دیں تو آیا تنہا یہ امر کافروں کی ناامیدی کا سبب بن سکتا ہے؟ اگر کافروں کیلئے کوئی حکم ان کی ناامیدی کا سبب بن سکتا تھا تو وہ کافروں سے

جہاد کے شرعی احکام تھے۔ لیکن جہاد کے احکام کے نزول پر بھی یہ نہیں کہا گیا کہ کافر مایوس ہو گئے۔ پھر حلال و حرام اور حج کے چند احکام کیسے کافروں کی ناامیدی کا سبب بن گئے؟ پس یہاں دین کی تکمیل سے مراد حلال و حرام کی بیان کی تکمیل نہیں بلکہ یہ آیت کسی اور حقیقت کی ترجمانی کرتی ہے۔

یہاں ایک اساسی سوال یہ درپیش ہے کہ مسلمانوں کو کفار سے کس بات کا ڈر تھا کہ جس ڈر کی اب کوئی پروا نہیں کرنا چاہیے؟ یقیناً اس بات کا ڈر کہ کہیں وہ دین اسلام کو مٹانے کے مکروہ منصوبوں میں کامیاب نہ ہو جائیں۔ خداوند تعالی نے ان کی اس مکروہ خواہش کی ترجمانی سورہ مبارکہ توبہ کی آیات ۳۲، ۳۳ میں ان الفاظ میں فرمائی ہے:

''یُرِیدُونَ أَنْ یُطْفِئُوا نُورَ اللهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَ یَأْبَى اللهُ إِلاَّ أَنْ یُتِمَّ نُورَهُ وَ لَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ هُوَ الَّذِی أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَ دِینِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهُ عَلَى الدِّینِ كُلِّهِ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ''۔

یعنی: ''یہ لوگ اپنی پھونکوں سے نور خدا کو بجھا دینا چاہتے ہیں؛ لیکن اللہ اپنے نور کو مکمل کرنے کے علاوہ کوئی بات نہیں مانتا، اگرچہ کفار کو ناگوار گزرے۔ اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے ہر دین پر غالب کر دے؛ اگرچہ مشرکین کو برا ہی لگے۔''

نیز سورہ مبارکہ الصّف کی آیات ۸، ۹ میں ارشاد فرماتا ہے:

''یُرِیدُونَ لِیُطْفِئُوا نُورَ اللهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَ اللهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَ لَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ هُوَ الَّذِی أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَ دِینِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهُ عَلَى الدِّینِ كُلِّهِ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ''

یعنی: ''یہ لوگ اپنی پھونکوں سے نور خدا کو بجھا دینا چاہتے ہیں؛ اور اللہ تو اپنے نور کو مکمل کرنے والا ہے، اگرچہ کفار کو ناگوار گزرے۔ اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے ہر دین پر غالب کر دے؛ اگرچہ مشرکین کو برا ہی لگے۔''

لہٰذا وہ امر جس کے سبب کفار کی یہ تمنائیں مٹی میں مل کر خاک ہو گئیں، تنہا حلال و حرام کے چند الٰہی احکام کا بیان نہیں ہو سکتا بلکہ اس سے مراد کوئی بہت اہم امر ہونا چاہیے۔ یقیناً کفار یہ امیدیں لگائے بیٹھے تھے کہ جس دین کا نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں خاتمہ نہیں کیا جا سکا یہ دین نبی کے دنیا سے چلے جانے کے بعد مٹایا جا سکے گا۔ ان کا خیال تھا کہ جس طرح اہل دنیا اور سیاسی احزاب کے چلانے والوں کے چلے جانے

سے ان کی تحریکیں ماند پڑ جاتی ہیں، نبی اکرم ﷺ کے چلے جانے سے آپ کا لایا ہوا دین بھی رخت سفر باندھ لے گا۔

پس مسلمانوں کو بھی کفار سے اس بات کا ڈر تھا کہ کہیں آپ ﷺ کے چلے جانے کے بعد کفار و مشرکین اپنے ان عزائم میں کامیاب نہ ہو جائیں۔ اور مسلمانوں کا یہ ڈر اور یہ خدشہ اسی صورت میں دور ہو سکتا تھا جب خداوند تعالی کی طرف سے کوئی ایسا بندوبست کیا جاتا جس سے یہ خطرہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ٹل جائے اور وہ بندوبست حلال و حرام کے چند شرعی احکام کا بیان نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ احکام تو خود اپنی حفاظت سے بھی قاصر ہیں اور جب تک شرعی احکام کی حفاظت کرنے والا کوئی نہ ہو وہ معاشرے میں بروئے کار بھی نہیں لائے جا سکتے۔

پس کفار تنہا اس وقت مایوس ہو سکتے تھے جب دین کے نزول اور اس کے حدوث کے بعد اس کی بقا اور جاودانی کا بندوبست کر دیا جاتا۔ لہٰذا یہاں یہ امر بالکل یقینی ہو جاتا ہے کہ وہ روایات درست ہیں جو یہ کہتی ہیں کہ یہ آیت، سن دس ہجری، اٹھارہ ذی الحجہ کو غدیر خم کے مقام پر اس وقت نازل ہوئی جب رسول خدا ﷺ نے اپنے بعد حضرت علیؑ کی ولایت و امامت کا اعلان فرمایا اور حضرت علیؑ کی ولایت و جانشینی کا یہی اعلان تھا جس میں دین کی بقا کا بندوبست تھا اور اس امر نے کفار کو دین اسلام کی نابودی سے مایوس کر دیا۔

چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اب خدا کی طرف سے یہ نعمت کامل ہے اور مسلمانوں کو کبھی کفار کا خوف نہیں ہونا چاہیے؛ مگر یہ کہ خود ان کی اپنی بداعمالیوں اور کفران نعمت کی وجہ سے یہ نعمت ان سے چھن جائے اور ان کا دین خطرے میں پڑ جائے۔ کیونکہ قرآن کریم کی منطق میں یہ کفران نعمت ہی ہے جو نعمت کے چھن جانے کا سبب بنتا ہے۔ لہٰذا خدا فرما رہا ہے کہ اب دشمنوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو اور میری اس نعمت کا کفران مت کرو۔ گویا ابدین کو کوئی خطرہ تھا تو وہ خود مسلمانوں کے کفران نعمت کی طرف سے تھا۔ لہٰذا ارشاد فرمایا :

"فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ"

یعنی : "کافروں سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ مجھ سے ڈرو۔"

اس حقیقت کی تائید سورہ مبارکہ "الکوثر" کی آیات سے بھی بخوبی ہو جاتی ہے۔ دشمنان اسلام کی تمنا یہ تھی کہ آپ کا کوئی ایسا جانشین نہ ہو جو آپ کے دین کو آگے پھیلا سکے۔ بالخصوص جب وہ دیکھتے تھے کہ آپ

کی اولاد نہیں ہے تو پر امید ہو جاتے تھے کہ یہ دین آپ ﷺ کے چلے جانے کے بعد نابود ہو جائے گا؛ اور یہاں تک کہ آپ کو "ابتر" کا طعنہ دے کر اپنی خام خیالی کا اظہار بھی کر دیتے تھے۔

لیکن خداوند تعالی نے دشمنان اسلام کی اس خام خیالی کا جواب یہ دیا کہ: "إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ" یعنی: "بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے۔" یہاں کئی مفسرین کے صریح اعتراف کے مطابق یہاں کوثر سے مراد حضرت فاطمہؑ اور آپ کی اولاد ہیں جو نبی اکرم ﷺ کے جانشین ٹھرے اور انہوں نے ہر دور میں اس دین کو زندہ باقی رکھا۔ اور یہ دشمن ہی تھا جو یا تو بے اولاد ہی رہا یا اس کی اولاد، اس کا مشن حاصل نہ کر پائی: "إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ" یعنی: "بے شک آپ کا دشمن ہی بے اولاد رہے گا"

پس دین کی تکمیل، نبوت کے خاتمے کے بعد ولایت اور امامت کے آغاز سے ہوتی ہے۔ البتہ ہدایت کا یہ معصوم سلسلہ اسی وقت قابل تصور ہے جب ہادیان حق کا بارگاہ ربوبی سے رابطہ ہو، لیکن نہ وہ رابطہ جو نبی کا ہوتا ہے۔ یعنی ایسا رابطہ نہ ہو کہ جس میں وہ کوئی نئی شریعت اخذ کرے، بلکہ ایسا رابطہ کہ جس میں یہ ہادی، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شریعت کا سارا علم اور اس کے تمام جوانب پر آگاہی و اطلاع بارگاہ ربوبی اور الہی تعلیم کے ذریعے حاصل کرے۔ لہذا ایسے ہادی کو "محدث" ہونا چاہیے۔ اور نبی اکرم ﷺ کے بعد آپ کے حقیقی جانشینوں کا محدث ہونا، کسی طور بھی ختم نبوت کے ساتھ منافات نہیں رکھتا۔ کیونکہ محدث کے وجود سے نبوت کے خاتمے اور شریعت محمدی کے خود آنحضرتؐ کے توسط سے کامل ہونے کے نظریہ پر کوئی خدشہ وارد نہیں ہوتا۔

لہذا بصائر الدرجات، ص ۳۴۳ کے مطابق، محمد ابن مسلم حضرت امام صادقؑ کی خدمت میں تھے اور انہوں نے "محدث" کا ذکر کیا تو آپؑ نے فرمایا: "انه يسمع الصوت ولا يرى" یعنی: "محدث فرشتے کی آواز سنتا ہے، لیکن اسے دیکھتا نہیں۔" راوی نے پوچھا: "پھر اسے کیسے پتہ چلتا ہے کہ یہ ملک ہے؟" تو آپ نے فرمایا: "انه يعطى السكينة و الوقار حتى يعلم انه ملك"۔ یعنی: "اسے ایسا سکون و اطمینان اور وقار عطا کیا جاتا ہے کہ اسے یہ یقینی علم حاصل ہو جاتا ہے کہ اس سے کلام کرنے والا فرشتہ ہے۔" اور آپؑ ہی سے ابو بصیر نے روایت کی ہے کہ: "علیؑ محدث تھے اور سلمان محدث تھے۔۔۔"

اسی طرح بصائر الدرجات (ص ۲۶۶) ہی میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کہ آپؑ نے فرمایا: "اے فرزند مہاجر! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ نبوت کے اہل بیت میں حتماً ایک محدث ہوتا ہے۔" آپؑ ہی سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا: "حضرت علیؑ محدث تھے۔" راوی نے پوچھا: "آیا آپؑ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ وہ نبی یا رسول تھے؟" آپؑ نے فرمایا: "لا، بل قل مثله مثل صاحب سليمان و صاحب موسى و مثله مثل ذى القرنين۔۔۔" یعنی: نہیں (آپؑ نبی یا رسول نہیں تھے لیکن آپؑ کی مثال، حضرت سلیمان کے ساتھی اور حضرت موسیٰؑ کے ساتھی کی سی ہے اور آپؑ کی مثال ذی القرنین کی مانند ہے۔۔۔"

## ختم نبوت کے باب میں ایک غلطی کی نشاندہی

سابقہ مباحث کی روشنی میں اگر ہم اس حقیقت کا بخوبی ادراک کر لیں کہ ختم نبوت کا عقیدہ، شریعت الٰہی کے متن کی تکمیل کے مترادف تو ہے، لیکن نہ تو الٰہی ہدایت کی بساط لپیٹ دینے کے مترادف ہے اور نہ ہی خداوند تعالیٰ کی طرف سے معصوم ہادیوں کے اہتمام کا سلسلہ بند کر دینے کے مترادف، تو پھر بڑی آسانی سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ختم نبوت کے عقیدہ کے فہم و ادارک میں کون کہاں لغزش کا شکار ہوا ہے۔ ہمارے خیال میں یہاں دو طرف سے لغزش ہوئی ہے۔

ایک لغزش وہاں ہوئی ہے جہاں یہ سمجھ لیا گیا کہ نبوت کے خاتمے کے ساتھ، ہدایت الٰہی کا بھی خاتمہ ہو گیا اور دوسری لغزش وہاں ہوئی جہاں یہ سمجھ لیا گیا کہ نہ ہدایت کا دروازہ بند ہوا ہے اور نہ ہی نبوت کا دروازہ بند ہوا ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھ بیٹھے کہ نبوت کے خاتمے کے بعد، خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہادیان حق کی تعیین کا سلسلہ بند ہو گیا اور اب یہ معاملہ امت کے حوالے کر دیا گیا۔ امت جسے چاہے اسے اپنا ہادی اور امیر المومنین بنا لے۔ اور بعض لوگ یہ سمجھ بیٹھے کہ ہر شاطر انسان نبوت کا دعوی کر سکتا ہے۔ لیکن درمیانہ اور درست عقیدہ یہ ہے کہ نہ نبوت کے خاتمے کا انکار کیا جائے اور نہ ہی نبی اکرم ﷺ کے بعد ہدایت الٰہی کے معصوم سلسلے کا انکار کیا جائے۔ اس حوالے سے شیعہ نکتۂ نظر کو مزید سمجھنے کیلئے امامت و ولایت کے موضوع پر اس مکتب کے لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے۔

*****

# تحریک ختم نبوت میں شیعہ علماء وزعما کا تاریخ ساز کردار

حجۃ الاسلام ملک آفتاب حسین جوادی*

پوری امت اسلامیہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حضرت ختمی مرتبت ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ اس سلسلے میں شیعہ امامیہ کے نزدیک آپؐ کے بعد سلسلہ امامت کا جاری ہونا، ختم نبوت کی محکم دلیل ہے۔ چونکہ پیغمبر اسلام ﷺ جس طرح نبوت ورسالت کے الٰہی منصب پر فائز تھے، اسی طرح امامت وولایت کے عہدے پر بھی فائز تھے۔ منصب رسالت ونبوت کی اہم ذمہ داری وحی الٰہی کے ذریعے شریعت اسلامیہ کو دریافت کرکے اُمت تک پہنچانا تھا تو منصب امامت وولایت کے ذمہ اسی شریعت الٰہی کی حفاظت، تبیین اور نفاذ تھا۔ چونکہ حضرت محمد ﷺ کے بعد رسالت ونبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور اس کے بعد کسی نئی شریعت کی ضرورت نہیں ہے اور یہی شریعت محمدیہ تا قیام قیامت انسانوں کی فلاح وسعادت کے لئے کافی ہے۔

لیکن اس شریعت محمدیہ کی حفاظت، اس کی توضیح و تشریح اور نفاذ کا سلسلہ قیامت تک جاری ہے، لہٰذا امامت وولایت کا سلسلہ بھی تا قیامت جاری ہے۔ یہ عقیدہ ختم نبوت ورسالت کی قوی ترین دلیل ہے جس پر شیعہ امامیہ اثناعشریہ قائم ہیں۔ لہٰذا شیعہ علماء کا متفقہ عقیدہ ہے کہ اگر آپ ﷺ کے بعد کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ کافر اور واجب القتل ہے۔ چناچہ آیۃ اللہ شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاء ''عنوان النبوّۃ'' کے ذیل میں رقم طراز ہیں:

''و یعتقد الامامیة ان کل من اعتقد او ادعی نبوّة بعد محمد ﷺ او نزول وحی او کتاب فهو کافر یجب قتله''

---

*۔ محقق، موئف، استاد، جامعۃ الکوثر، اسلام آباد

یعنی: ''شیعہ امامیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد جو شخص بھی نبوت یا نزول وحی کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے اور واجب القتل ہے'' (1)

اسی طرح مرحوم شیخ صدوقؒ لکھتے ہیں:

''شریعة محمد ﷺ لا تنسخ الی یوم القیامة و لا نبی بعدہ الی یوم القیامة فمن ادعیٰ بعد نبیّنا او اتی بعد القرآن بکتاب فدمه مباح لکل من سمع ذلك منه''

یعنی: ''محمد ﷺ کی شریعت قیامت کے دن تک منسوخ نہیں ہوگی۔ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جو کوئی ہمارے نبیؐ کے بعد نبوّت کا دعوی کرے یا قرآن کے بعد کوئی کتاب لائے تو اس کا خون ہر اس شخص پر مباح ہے جو اس سے یہ دعوی سنے'' (2)

اس حوالے سے علامہ طبرسیؒ نے حضرت علیؑ کا طویل احتجاجی خطبہ نقل کیا ہے، جس میں آپؑ نے ختم نبوّت کے متعلق ارشاد فرمایا:

''اما رسول ﷺ لیس بعدہ نبی ولا رسول ختم برسول اللّٰہ الانبیاء الی یوم القیامة وجعلنا من بعد محمد خلفاء فی ارضہ۔۔۔۔۔''

یعنی: ''رسول اللہ ختم النبیین ﷺ ہیں۔ آپ کے بعد نہ کوئی نبی ہے نہ رسول۔ قیامت تک کے لیے رسول اللہ ﷺ پر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا اور ہمیں اللہ نے محمد ﷺ کے بعد اپنی زمین میں خلفاء بنایا ہے۔ (3)

شیخ محمد بن یعقوب کلینیؒ فرماتے ہیں:

''۔۔۔ الرب عزّو جلّ احد و الرسول محمد خاتم النبیین ﷺ واحد و الشریعة واحدة و حلال محمد حلال و حرامه حرام الی یوم القیامه''

یعنی: ''ہمارا پروردگار بزرگ و برتر ایک ہے اور ہمارے رسول حضرت محمد خاتم النبیینؐ ایک ہیں، ہماری شریعت ایک ہے اور قیامت کے دن تک حضرت محمد ﷺ کا حلال کیا ہوا حلال ہے اور آپؐ کا حرام کیا ہوا حرام ہے''۔ (4)

نیز حضرت امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"لقد ختم اللّٰہ بکتابکم الکتاب وختم بنبیّکم الانبیاء" (5)

یعنی: "بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری کتاب (قرآن مجید) پر (آسمانی) کتابیں ختم کر دیں اور تمہارے نبی ﷺ پر انبیاء کرام کو ختم کر دیا ہے۔" (اس حدیث کی سند صحیح ہے)

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا:

"مبلغ علمنا علی ثلاثۃ وجوہ ماض و غابر و حادث فامّا الماضی فمفسر و امّا الغابر فمزبور و اما الحادث فقذف فی القلوب و نقر فی السماع و ھو افضل علمنا و لا نبی بعد نبیّنا"

یعنی: "ہمارا علم تین طرف سے پہنچتا ہے: گذشتہ، آئندہ اور جو حادث ہوتا ہے۔ گذشتہ علم ہمارے لئے تفسیر کیا گیا ہے اور آئندہ کا علم لکھا جا چکا ہے اور جو حادث ہوتا ہے، وہ کبھی تو دل میں آتا ہے اور کبھی کانوں کے ذریعے اور یہی ہمارا بہترین علم ہے؛ جبکہ ہمارے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں ہے"۔ (6) (اس حدیث کی سند صحیح ہے)

ایوب بن حر سے روایت ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہوئے سنا کہ:

"ان اللّٰہ عزّ ذکرہ ختم بنبیّکم النبییّن فلا نبیّ بعدہ ابدا وختم بکتابکم الکتب فلا کتاب بعدہ ابدا و انزل فیہ تبیان کل شئی وخلقکم وخلق السماوات والارض ونبا ماقبلکم فصل ما بینکم وخبر ما بعدکم وامر الجنۃ و النار و ما انتم صائرون الیہ"

"بتحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے ذریعے انبیاء کا سلسلہ ختم کیا پس اس کے بعد ہر گز کوئی نبی نہیں آئے گا اور تمہاری کتاب (قرآن) کے ساتھ آسمانی کتابوں کا سلسلہ ختم کر دیا اور اس کے بعد ہر گز کوئی آسمانی نہیں اور اس میں ہر چیز کا صحیح اور کامل بیان نازل کیا اور تمہاری خلقت اور زمین وآسمانوں کی خلقت اور تم سے پہلے کے واقعات کی خبر اور تمہارے درمیان ہونے والے جھگڑوں کو ختم کرنے کا وسیلہ ہے اور تمہارے بعد بہشت ودوزخ اور تمہارے انجام کی خبریں ہیں"۔ (7) (اس حدیث کی سند صحیح ہے)

مندرجہ بالا احادیث صحیحہ اس بات پر دلات کرتی ہیں نبی مکرم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور جو نبوت کا دعوی کریگا وہ کذاب اور جھوٹا ہے۔ اس لئے تمام امت اسلامیّہ کے مقتدر علما نے نبوت کا دعویٰ

کرنے والے کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ عراق کے شیعہ وسنی علماء و فقہاء نے مرزائیوں کے بارے میں کفر کا فتویٰ دیا تھا جو ''الفتوی المتفقة من علماء الشیعة و اهل السنة من عراق بتکفیر القادیانی'' کے نام سے مطبع دارالسلام بغداد سے عربی میں شائع ہوا۔ بعد ازآں، عراق کے معروف عربی روزنامہ ''الیقین'' میں شائع ہو کر کثیر تعداد میں تقسیم ہوا۔ بحمداللہ بندہ کے کتب خانہ میں موجود ہے، جس میں دیگر علماء شیعہ کے علاوہ سید العلماء مولانا سید علی نقی نقویؒ کے استاد آیۃ اللہ سید حسن صدر الدین الموسویؒ کا فتویٰ بھی شامل ہے۔

## تحریک پاکستان میں شیعہ زعماء کا کردار

یہ بات تاریخی حقیقت رکھتی ہے کہ پاکستان میں تحریک ختم نبوت میں تمام مکاتب فکر کے علما اور زعماء نے مل کر بھرپور حصہ لیا۔ جب برصغیر کی پوری ملت اسلامیہ اپنے حقوق کی بازیابی، غاصب حکمرانوں سے نجات اور علیحدہ اسلامی مملکت کے حصول کی جدوجہد میں مصروف عمل تھی، اس وقت شیعہ مسلمانوں نے دیگر مکاتب اسلامیہ کے شانہ بشانہ بے دریغ قربانیوں کے ذریعے وطن عزیز کی بنیادیں اپنے لہو کے ساتھ استوار کیں۔

جب تحریک پاکستان میں قیادت کی فراہمی کا دشوار مسلہ سامنے آیا تو محمد علی جناح سامنے آئے جو بانی پاکستان اور مسلمانوں کے نجات دہندہ بن گئے۔ جب تحریک پاکستان کو سرمائے کی ضرورت پڑی تو راجہ صاحب محمود آباد جیسی شخصیات نے دست تعاون دراز کیا اور اس خطے کے قیام واستحکام کی بقاء کے لئے بے دریغ اپنا سرمایہ صرف کیا۔

۔جب کبھی علمی وفکری میدان میں دفاع وطن کا مقام آیا تو علمائے شیعہ نے اپنی بے پناہ علمی صلاحیتوں سے نہ صرف وطن عزیز بلکہ امت اسلامیہ کا دفاع کیا۔۔یوں یہ سلسلہ قیام پاکستان تک چلتا رہا۔ مارچ ۱۹۴۸ء میں آل پاکستان شیعہ کانفرنس ،اس کے بعد ادارۂ تحفظ حقوق شیعہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔۔قرارداد مقاصد کی تدوین میں شیعہ علماء کا کردار اور ۱۹۴۹ء میں نوابزادہ لیاقت علی خان کے دور حکومت میں تعلیمات اسلامیہ بورڈ میں شیعہ علماء کی خدمات بھی اظہر من الشّمس ہیں۔

۔جنوری ۱۹۵۱ء میں تمام مکاتب فکر کے جید علمائے کرام نے اسلامی دستور کی ۲۲ نکاتی دستاویز مرتب کی جس میں شیعہ علماء نے بھرپور نمائندگی کی ۔اور ۱۹۷۱ء میں اسلامی مشاورتی کونسل میں شیعہ علماء کا بے مثال کردار بھی ہر صاحب فکر و نظر کے سامنے ہے۔ لیکن ستم بالائے ستم تو یہ ہے کہ ان حقائق کے باوجود زمانہ حاضر کے ناصبی بڑی ہٹ دھرمیسے شیعہ خیر البریّہ کو ختم نبوّت کا منکر قرار دینے کی سعی لا حاصل کر رہے ہیں۔

## تحریک ختم نبوت میں شیعہ زعماء کا کردار

جب پاکستان میں سیاسی، ثقافتی اور دوسرے معاشرتی معاملات میں قادیانیوں کی مداخلت بڑھی اور اُنھوں نے پاکستانی سیاست میں اپنی سامراج پسندانہ سرگرمیاں تیز کردیں تو تمام مسلمان علمائے دین نے اس فتنے کے خلاف عَلم جہاد بلند کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث، شیعہ مکاتب فکر اکٹھے ہوئے اور قادیانیوں کے خلاف تحریک چلی جسے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کہا جاتا ہے۔(8)

شروع ہی سے تحریک ختم نبوّت میں ہر جگہ شیعہ علماء پیش پیش رہے ہیں۔۔ تحریک ختم نبوّت میں پہلا نام علامہ السید علی الحائری قدّس سرّہ کا آتا ہے۔جنھوں نے اپنے علمی دلائل وبراہین کے ذریعے مرزائیت کی ڈٹ کر مخالفت کی اور میرزا احمد قادیانی نے اپنی متعدد کتابوں میں سرکار علامہ موصوف کے بارے میں نازیبا کلمات استعمال کیے ہیں۔ ضمیمہ اعجاز احمد کے ٹائٹل پر لکھا ہے کہ مولوی حائری صاحب شیعہ و غیرہ بھی مخاطب ہیں جن کا نام رسالے میں مفصل درج ہے۔۔

علامہ مرزا یوسف حسینؒ نے قادیانیوں کے مناظر ابوالعطا جالندھری اور دوسرے قادیانیوں سے متعدد مناظرے کئے جن میں ایک مناظرہ مہت پور ضلع ہوشیار پور میں منعقد ہوا اور انہیں شکست فاش دی۔ اس مناظرہ کی روئیداد تحریری مناظرہ مہت پور کے نام سے مکتبۃ الفرقان ربوہ سے شائع ہو چکی ہے۔ قیام پاکستان کے بعد تحریک ختم نبوت میں علامہ حافظ کفایت حسین نائب امیر تھے جبکہ مولانا ابوالحسنات امیر تھے۔

ان کی وفات کے بعد مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نے منصب امارت سنبھالا تو حافظ صاحب نائب امیر رہے اور مشہور شیعہ رہنماء جناب مظفر علی شمسی صاحب اور مولانا سید اظہر حسن زیدی مرکزی رکن رہے۔علامہ حافظ کفایت حسین کی وفات کے بعد جناب مظفر علی شمسی نائب امیر منتخب ہوئے، جبکہ

عطاء اللہ شاہ بخاری کے بعد مولانا سید محمد یوسف بنوری امیر ہوئے۔ زعیم ملت آغا مرتضی پویا صاحب تحریک ختم نبوت میں ۱۹۷۹ء سے لے کر ۱۹۸۶ء تک شامل رہے۔ کچھ ناگزیر وجوہات کی بنا پر آغا صاحب کو اس تحریک سے الگ ہونا پڑا۔

## ذرائع ابلاغ کی روشنی میں تحریک ختم نبوت میں شیعہ زعما کی سرگرمیاں

ہفت روزہ لولاک فیصل آباد ایڈیٹر مولانا تاج محمود ۵ر مئی ۱۹۷۸ء جلد۱۵ر شمارہ۶ر ص ۱۶ر کے مطابق زیر عنوان مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی طرف سے جناب ریاض الحسن گیلانی ایڈووکیٹ اور شیخ اظہار الحق ایڈووکیٹ کے اعزاز میں ایک استقبالیہ دعوت دی گئی جس میں ممتاز علماء و وکلاء اور دوسری دینی جماعتوں کے کئی رہنما شریک ہوئے، جن میں سے مولانا ملیک الرحمٰن صدر علماء کونسل لاہور (بریلوی) مولانا ع غ کراروی (شیعہ)۔۔۔۔۔۔ اس نے اجتماع سے خطاب کیا۔ اسی طرح ہفت روزہ لولاک فیصل آباد ۴ نومبر ۱۹۷۷ء صفحہ ۲۳، ۲۲ اور ۲۵ جون ۱۹۷۶ء ص ۴، ۳ پر زیر عنوان , مجاہد ختم نبوت سید مظفر علی شمسی تحریر ہے۔۔

۱۹ جون ۱۹۷۶ء کو تحریک آزادی کے نامور مجاہد شمع ختم رسالت کے پروانے اور اتحاد بین المسلمین کے علمبردار سید مظفر علی شمسی اس دار فانی سے رحلت کرکے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انہوں نے اس تحریک آزادی کے علاوہ تحریک ختم نبوت میں زندگی بھر حصہ لیا۔ وہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ بخاریؒ کے رفقاء میں سے تھے اور مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان کے نائب صدر تھے۔ شمسی صاحب مرحوم ختم رسالت کے زبردست شیدائی اور فدائی تھے اس میدان میں بھی شمسی صاحب مرحوم نے حضرت شاہ صاحب مرحوم کے شانہ بشانہ بڑی قربانیاں دیں۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی وہ صف اول کے رہنماؤں میں تھے۔

نیز ص ۱۴ پر لکھا ہے: مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے مرکزی رہنما حضرت مولانا تاج محمود کی قیادت میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے ایک وفد نے جس میں مولانا اللہ وسایا مولانا کریم بخش اور دوسرے بیسیوں کارکن شریک تھے تحریک ختم نبوت کے مجاہد جناب سید مظفر علی شمسی کے جنازہ میں شرکت کی اور ان کے پسماندگان سے اظہار تعزیت کیا۔"

شیعہ اکابرین کی تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں انتھک محنتیں دیکھنے کے لئے ملاحظہ ہو؛ ہفت روزہ لولاک ۲۳ مارچ ۱۹۷۴ء ص ۲۰،۱۹ زیر عنوان ''مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان سرگرمیاں بیانات قرار دیں۔ اسی طرح ۹ر دسمبر ۱۹۷۷ء، ص ۲۴، زیر عنوان ''۲۵ویں سالانہ کل پاکستان ختم نبوّت کانفرنس'' ان کے علاوہ ''ہفت روز چٹان لاہور'' کی فائلیں دیکھی جاسکتی ہیں۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوّت میں گوجرانوالہ میں ایک بڑا جلسہ مدرسہ نصرت العلوم کی جامع مسجد نور میں مولانا سید یوسف بنوری بانی و مہتمم الجامعہ العلوم اسلامیہ بنوری ٹاون کراچی کی صدارت میں ہوا۔ جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء شریک تھے حتی کہ سید محبوب علی شمسی اور ع غ کراروی جن کا تعلق شیعہ مکتب فکر سے تھا انھوں نے بھی خطاب کیا۔ ماہنامہ نصرت العلوم جنوری ۲۰۱۰ء گجرانوالہ ص ۵۱، جسٹس منیر رپورٹ میں شاہد ہے کہ اہل تشیّع نے انفرادی اور اجتماعی طور پر تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔۔شیعہ علماء اور زعما نے نہایت خلوص اور مکمل یکجہتی سے جو ایمان افروز کردار ادا کیا۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔۔

۱۹۷۳ء میں جو قادیانیوں کے خلاف تحریک چلی اس وقت جناب مظفر علی شمسی صاحب تحفظ ختم نبوّت کے سلسلہ میں کارہائے نمایاں سرانجام دے رہے تھے مرکزی ارکان میں جناب علی غضنفر کراروی صاحب (جواب بھی تحریک ختم نبوّت کے تاحیات مرکزی نائب امیر ہیں) اور مولانا ملک مہدی حسن صاحب و غیرہ شامل تھے۔۔ جب کوئی خصوصی کنونشن یا ملک گیر اجلاس ہوتا علمائے شیعہ صف اول کے مقررین میں نظر آتے اور قومی اسمبلی میں بھی بڑی گھن گرج کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ جب قادیانی مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش کیا گیا شیعہ نقطہ نظر سے مرزائیت کے کفر پر نا قابل تردید دلائل پیش کئے تھے۔۔

۲جون ۱۹۵۲ء میں تھوسوفیکل ہال کراچی میں مولانا لال حسین اختر کی طلب کردہ ''آل پاکستان مسلم پارٹیز کانفرنس'' ہو یا ''آل ڈریکز مسلم کنونشن کابورڈ'' ۱۳جولائی ۱۹۵۲ء کو مسٹر محمد ہاشم گزدر کے مکان پر ہونے والا اجلاس ہو یا ۱۳ جولائی کو برکت علی محمڈن حال میں مذہبی جماعتوں کا کنونشن' تمام مذہبی جماعتوں کی مجلس عمل ہو یا سکولوں کالجوں اور جیلوں میں مرزائیوں کے خلاف اور دینیات پر لیکچر دینے کے معاملہ پر گرفتاریاں' ۲۰ جولائی ۱۹۵۲ء کو ملتان میں ہونے والے واقعے کے احتجاج ہو یا ۱۴ اگست ۱۹۵۲ء کو وزیر اعظم سے ملاقات' ۱۹ اگست کو ملتان کا جلسہ ہو یا ۲۳ اگست کو لاہور کا جلسہ عام'

۲۸ ستمبر کو سمندری کو جلسہ عام ہو یا ۱۴ تا ۱۸ جنوری ۱۹۵۳ء کو لاہور میں ہونے والا آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن اور مجلس عمل کا انتخاب، ۲۰ فروری ۱۹۵۳ء کو وزیر اعلی سے ملاقات کرنے والا وفد ہو یا ۲۲ فروری کو خواجہ ناظم الدین سے ملاقات، ۲۴ فروری کو مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں ڈائریکٹ ایکشن کا فیصلہ ہو یا اس کے بعد ہونے والی گرفتاریاں، غرضیکہ مرزائیوں کے خلاف تحریک کے آغاز سے لیکر پارلیمنٹ میں مرزائیوں کی شکست اور انہیں کافر قرار دینے تک، ہر مقام پر شیعہ علمائے کرام اور نمائندگان نے اپنا بھرپور کردار ادا کیا ہے۔

اس کے متعدد ثبوت تحریک ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا اللہ وسایا کی مرتب کردہ تازہ کتاب ''پارلیمنٹ میں قادیانی شکست'' میں موجود ہیں اسی کتاب کے صفحہ ۱۲،۱۵ پر واضح تحریر ہے کہ ۱۴جون ۱۹۷۴ء کو مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا اجلاس ہوا جس میں جناب مظفر علی شمسی نے بطور نائب صدر شرکت فرمائی، رئیس الحفاظ مولانا حافظ کفایت حسین اور علامہ مفتی جعفر حسین پہلے ہی اس کارواں کے روح رواں تھے، اسی طرح دیگر مقامات پر بھی شیعہ رہنمائوں کی خدمات کا ذکر موجود ہے یوں یہ عظیم تحریک بھی شیعہ کے بغیر نامکمل نظر آتی ہے۔

تمام امت اسلامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جو بھی نبی مکرم ﷺ کی توہین و گستاخی کرتا ہے وہ واجب القتل ہے۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق - سے پوچھا گیا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی توہین کرے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا:

''یقتلہ الادنی فالادنی قبل أن یرفع الی الامام''

یعنی: ''کہ جو بھی اس (گستاخی کرنے والے) کے قریب تر ہو، اسے قتل کر دے قبل اس کے کہ امام کے پاس معاملہ آئے۔'' (9) (اس حدیث کی سند صحیح ہے)

یہی وجہ تھی کہ پیپلز پارٹی کی ایم این اے شیری رحمٰن کی طرف سے امتناع توہین رسالت قانون میں ترمیم کرنے کے لیے پارلیمنٹ میں بل جمع کرانے کے بعد دینی طبقات میں تشویش کی لہر دوڑ گئی جس کے بعد مختلف دینی جماعتوں نے آل پارٹیز تحفظ ناموس رسالت کانفرنسیں منعقد کیں سب سے بڑی کانفرنس عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام اسلام آباد کے ڈریم لینڈ ہوٹل میں ۱۵ر دسمبر ۲۰۱۰ء میں منعقد

ہوئی جس میں علامہ سید ساجد علی نقوی سمیت دیگر شیعہ علماء نے شرکت کی، جس میں ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے تحریک چلانے کا فیصلہ ہوا، اور درج ذیل مطالبات پیش کئے گئے۔

(۱) آسیہ مسیح کیس میں عدالتی پروسیجر میں مداخلت نہ کی جائے۔

(۲) وزیراعظم اسمبلی کے فلور پر قانون میں کسی قسم کی ترامیم نہ کرنے کا اعلان کریں۔

(۳) وزیر اقلیتی امور کی سرکردگی میں قائم کی گئی کمیٹی ختم کی جائے۔

(۴) شیری رحمٰن بل اسمبلی سے واپس لیا جائے۔

مطالبات تسلیم کرانے کے لیے ۷ دسمبر ۲۰۱۰ء کو ملک گیر یوم احتجاج منایا گیا جس میں تمام اسلامی مکاتب فکر کے علماء کرام نے یوم احتجاج میں بھرپور شرکت کی اور حکمرانوں پر واضح کیا کہ قانون امتناع توہین رسالت میں کسی قسم کی ترمیم برداشت نہیں کی جائے گی۔ ۳۱ دسمبر ۲۰۱۰ء کو ملک گیر شٹر ڈاؤن ہڑتال کی گئی۔

۹ جنوری ۲۰۱۱ء کو کراچی میں تحریک ناموس رسالت کے زیر اہتمام احتجاجی ریلی نکالی گئی جس میں لاکھوں مسلمانوں نے شرکت کرکے قانون کو برقرار رکھنے کا اعلان کیا۔ آل پاکستان تحفظ ناموس رسالت کانفرسوں میں شیعہ راہنمائوں نے شرکت فرما کر آئندہ کا لائحہ عمل پیش کیا اور مطالبات پیش کئے۔

☆☆☆☆☆

## حوالہ جات

1۔ اصل الشیعہ واصولھا، ص ۸۸۔ طبع نجف

2۔ علل الشرائع، باب ۱۰۱، ص ۱۲۴، طبع نجف)

3۔ ''احتجاج طبرسی، ص ۸۰، طبع قدیم نجف، طبع جدید، ج ۱، ص ۲۲۰، عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۱۲۰، باب ۳۵، ماکتب الرضا للمؤمن، طبع تہران''

4۔الکافی، مقدمہ، ص۹
5۔اصول کافی کتاب الحجہ باب الفرق بین الرسول والنبی والمحدث جلداص۱۷۷"
6۔اصول الکافی جلداص ۲۶۴ کتاب الحجۃ باب جہات علوم الائمۃ علیہم السلام۔
7۔اصول کافی کتاب الحجۃ باب فی ان الائمۃ بمن یشبھون ممن مضی ج اص۲۶۹ )
8۔آئینہ قادیانیت از مولانا اللہ وسایا نظر ثانی مولانا عبد المجید لدھیانوی، مقدمہ مولانا مفتی نظام الدین شامزئی، ص ۱۱۳ زیر عنوان "پاکستان اور قادیانیت" طبع لاہور۔
9۔الکافی، جلد۷، ص۲۱، تہذیب الاحکام، جلد ۱۰، ص ۵۶۰، وسائل الشیعہ، جلد ۲۸، ص ۳۳۷، حدیث ۳۴۸۹۸۔

# قادیانی اور ختم نبوت

ڈاکٹر شیخ محمد حسنین*

نبوت کی ضرورت اور حکمت کو سامنے رکھتے ہوئے نبوت عامہ کے لیے عصمت کے دلائل بدرجۂ اتم رسول اکرم خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صادق آتے ہیں۔ہم یہاں پر قرآن حکیم کی اس آیہ مجیدہ کی طرف توجہ مبذول کرواتے ہیں:

"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا" (1)

یعنی: "اے ایمان والو اگر تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تو وہ تمھارے لیے فرقان قرار دے دے گا۔"

*****

## مصادر و حواشی

1۔۸۔انفال:۲۶

*۔ محقق،دانشور،شاعر،صدر نشین،البصیرہ،اسلام آباد

سہ ماہی **نور معرفت**

ممبر شپ فارم

نام: _____ تعلیم: _____

پیشہ: _____ فون نمبر: _____

پتہ: _____

_____

E-mail: _____

براہ کرم سال _____ کے لئے نور معرفت میرے نام جاری کر دیجئے۔ شکریہ دستخط خریدار: _____

---

## دفتری استعمال کے لئے

برادر/خواہر _____ کی ممبر شپ برائے سال _____ کی درخواست منظور کرتے ہوئے رجسٹریشن نمبر جاری کر دیا گیا ہے متعلقہ ممبر کو مجلّہ باقاعدگی سے ارسال کیا جائے گا۔

رجسٹریشن نمبر: _____ تاریخ اجراء: _____ ممبر ساز: _____

نوٹ: مجلّہ کا 2015ء کے لئے زرِ سالانہ مبلغ:/500 روپے اور فی شمارہ:/130 روپے ہے۔


خط وکتابت کا پتہ:

سہ ماہی نور معرفت/نوری الہدیٰ مرکز تحقیقات/نور الہدیٰ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

سادات کالونی/بارہ کہو اسلام آباد/فون: 051-2231937

www.nht.org.pk, www.nmt.org.pk

E-mail:noor.marfat@gmail.com

RELIGIOUS RESEARCH JOURNAL

Quarterly

# Noor-e-Marfat

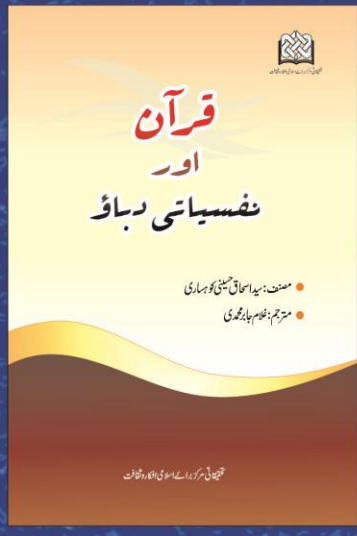


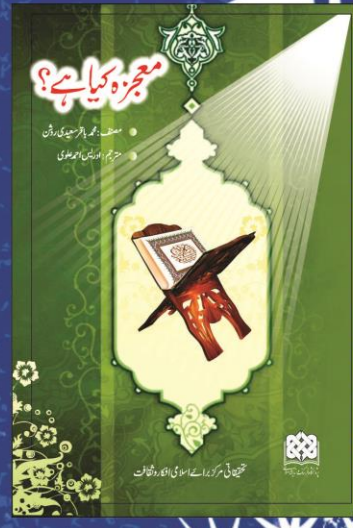



نورالہدیٰ مرکز تحقیقات ( نمت )

نورالہدیٰ ٹرسٹ (رجسٹرڈ) سادات کالونی بارہ کہو، اسلام آباد

051-2231937 WWW.NOOREMARFAT.COM